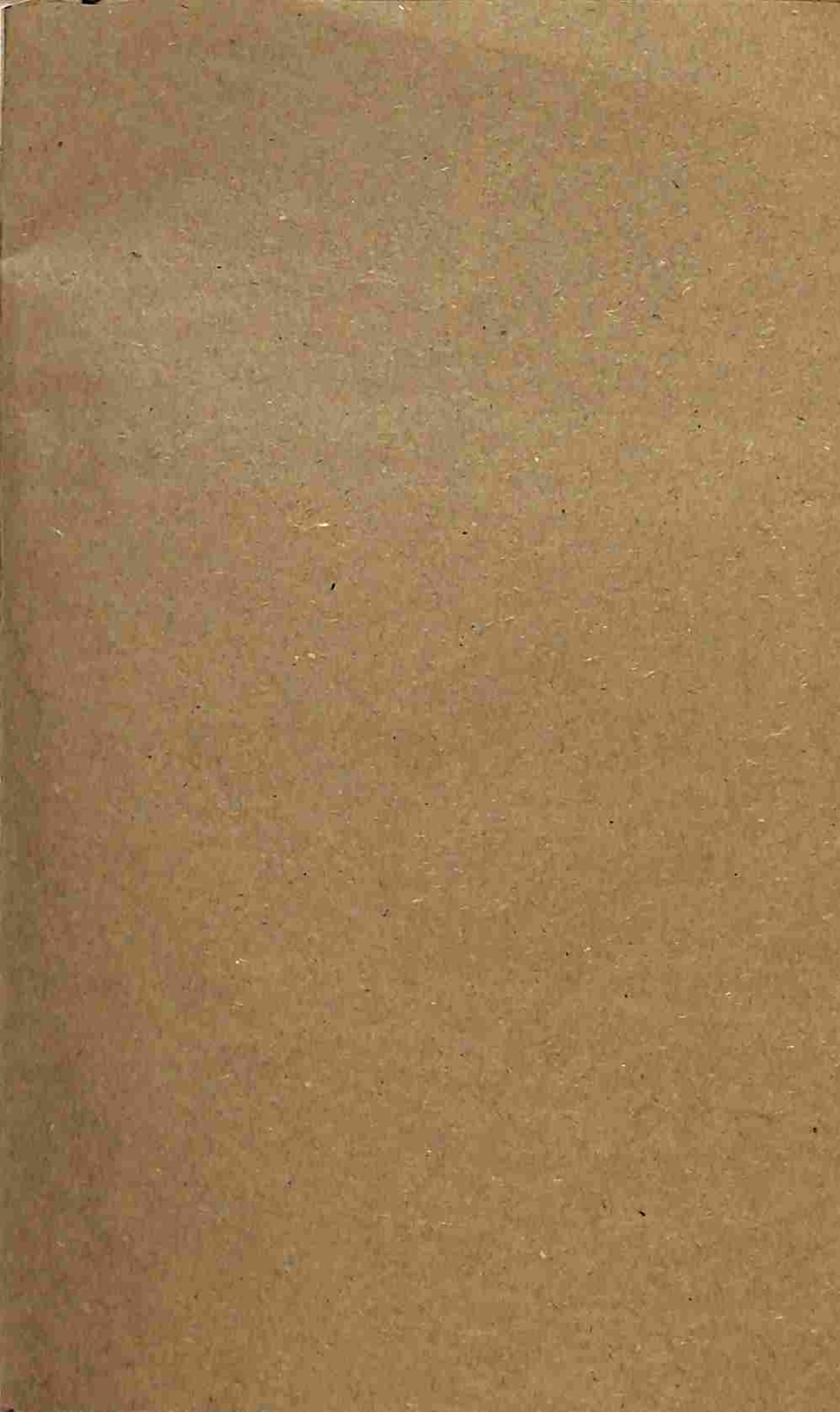


اہلِ اسلام کی نظر میں

سوامی رام تیرتھ

کیدار ناتھ پربھاکر

رام تیرتھ کیندر سہارنپور
بھارت

طبع اوّل	۶ء 1986
تعداد	ایک ہزار
ہدیہ	دس روپیہ
مطبوعہ	محبوب پرنٹنگ پریس۔ دیوبند
کتابت	شیخ رضوان احمد۔ ایم۔ اے۔ سہارنپوری

اِنتساب

چین ہو یا یونان مصر ہو یا ایران جرمن ہو یا انگلستان اور بھارت ہو یا پاکستان۔ دُنیا کے ہر مُلک اور ہر قوم میں رسُومات دُنیوی مختلف ہونے کے باوجود ہم خیال اور ہم آواز لوگوں کی ایک خاص تعداد ہمیشہ موجود رہی ہے جن کی تصنیفات اور روایات اِس امر کی شہادت میں موجود ہیں سچائی کی راہ پر چلنا ایسے لوگوں کا ایمان اور نیکی یا بھلائی کرنا اُن کا عمل یعنی دستُور ہوتا ہے۔

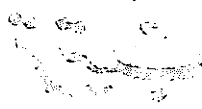
انھیں لوگوں کے نام میں یہ کتاب معنون کرتا ہُوں۔

کیدار ناتھ پربھاکر

"تمام دُنیا کو اگر تم ہلانا چاہتے ہو۔ تو دُنیا کا وہ حصّہ جو نزدیک ترین ہے
یعنی اپنے آپ اُس کو ہلاؤ۔ اگر اپنے آپ کو ہلا دو گے تو تمام دُنیا ہل جائے گی۔"

—— سوامی رام تیرتھ

ترتیب



"خدا ایک دائرہ ہے جس کا مرکز تو ہے سب جگہ لیکن محیط کہیں نہیں۔"

— سوامی رام تیرتھ

پیش لفظ

سوامی رام تیرتھ کی رُوحانی شخصیت اور اُن کی تعلیم و تلقین پر نہ صرف ہندوستان کے ہی باشندے بلکہ دُنیا کے دوسرے مُلکوں کے لوگ بھی بلا مذہب و ملت فدا تھے۔ اُن کی پاک ہستی کے لئے دُنیا کے ہر بشر کے دِل میں قدر اور اُلفت تھی۔ آپ دُنیا کے جس مُلک میں بھی تشریف لے گئے وہاں کے باشندوں نے انھیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ مثال کے طور پر جاپان میں منعقد ایک عالمی بودھ کانفرنس میں جب آپ نے لیکچر دیا تو اہلِ بودھ اُن پر فریفتہ ہوگئے۔ امریکہ کے درجنوں گرجا گھروں میں جب اُنھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو اہلِ عیسائیت نے انھیں زندہ مسیح کہہ کر پکارا۔ اور جب اُنھوں نے مصر کی جامع مسجد میں "ہم اوست" پر فارسی میں تقریر فرمائی تو اہلِ اسلام وجد میں آگئے۔ غرضیکہ دُنیا کے ہر مذہب کے پیروکار انھیں اپنا سمجھتے تھے۔ اور یہی اُن کی خاص خوبی تھی۔ آج بھی نہ صرف بھارت بلکہ انکی جائے پیدائش پاکستان اور دیگر ملکوں میں سوامی رام تیرتھ کو بڑے احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے ایسی بُلند پایہ ہستیوں کے لئے مُلکوں کی سرحدیں اور مذہبوں کی دیواریں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتیں۔ وہ ان سب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اہلِ اِسلام کی نظر میں سوامی رام تیرتھ کو اسی مقصد سے لکھ کر شائع کیا گیا ہے اس کے ساتھ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سوامی رام تیرتھ کا جتنی سے زیادہ ہمیں زمانہ حال میں شدید ضرورت ہے کیونکہ نئی نسلوں کو اُن کے عالمگیر محبت کے پیغام سے آشکار کرانے سے ہی انسانیت کا بھلا ہو سکتا ہے۔ کتاب کی تیاری میں جن احباب سے تعاون ملا ہے میں اُن کا شکر گذار ہوں خصوصاً بزرگ ہمدم ڈاکٹر کنہیا لعل مصر پربھاکر ڈی۔ لٹ جن کا گرانقدر مشورہ حاصل کئے بغیر یہ کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکتی۔

رام تیرتھ کیندر سہارنپور
۲۷ر نومبر (گورو نانک جینتی) 1985ء

کیدار ناتھ پربھاکر

"اے اہلِ دُنیا! سنسار کے جھمیلوں اور جگت کے دھندوں میں پھنس کر اِس اصُول کُلّی کو بھُول مت جاؤ کہ حقیقی طاقت اگر ہے تو صرف راستی، پاکبازی اور ایمانداری میں ہے۔"

——— سوامی رام تیرتھ

سوامی رام تیرتھ

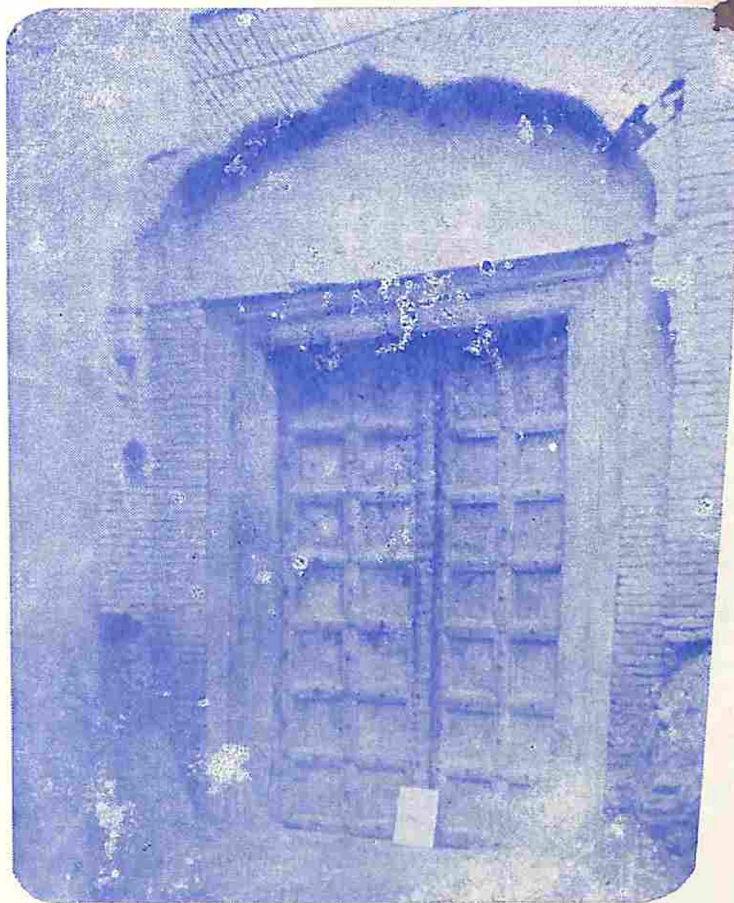
سوامی رام تیرتھ ایک ایسے ذی وقار براہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں خدمتِ خلق کی ایک طویل اور مسلسل روایت رہی۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ جن کا نام نامی پنڈت تلسی داس تھا ایک ایسے خدا رسید کامل شخص تھے جو تمام عمر بلا مذہب و ملّت لوگوں کی بھلائی ہی کرتے رہے۔ اُن کی گدّی (آستانہ) گرڑھی کپورا (ضلع مردان) میں تھی جس کی زیارت کرنے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لوگ مالاکنڈ۔ سوات۔ چکدرا۔ پشاور اور کابل کے گرد و نواح کے علاقوں سے آتے تھے۔ سینکڑوں سال پیشتر سوامی رام تیرتھ کے خاندان کے بزرگ گرڑھی کپورا سے ہجرت کرکے مُرالی والہ (ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) پاکستان) میں آکر آباد ہو گئے۔ سوامی رام تیرتھ کے دادا صاحب گوسائیں رام لعل علمِ نجوم کے بڑے عالم تھے اور اسی کے ذریعہ وہ دن رات خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے آپ کے والد شریف گوسائیں ہیرآنند بھی بڑے نیک دل اور رحم دل انسان تھے اور تمام گاؤں میں انھیں بڑے احترام اور عزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا سوامی رام تیرتھ جن کا نام نامی تارک الدُنیا ہونے سے پیشتر گوسائیں تیرتھ رام تھا مورخہ 22 اکتوبر 1873ء کو مُرالی والہ میں محترم نہال دیوی کے بطن سے پیدا ہوئے اور مورخہ 17 اکتوبر 1906ء کو بمقام ٹہری دگرڑھوال۔ (اتر پردیش، بھارت) میں اس فانی دُنیا سے رحلت فرماگئے۔ یعنی سوامی رام تیرتھ نے صرف تینتیس 33 سال کی چھوٹی سی زندگی پائی۔

سوامی رام تیرتھ ہندوستان (موجودہ بھارت وپاکستان) کی ایک منفرد شخصیت تھے۔ ایک عظیم مفکر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم ریاضی داں اور عظیم شاعر بھی تھے۔ ایک مفکر کی حیثیت سے اُنہوں نے نہ صرف ہندوستانی فکر و فلسفہ یعنی اُپنشد۔ درشن۔ یوگ واشسٹ۔ برہم سُوتر اور بھگوت گیتا وغیرہ پر ہی عبور حاصل کیا۔ بلکہ ایران کے صُوفیوں۔ مثلاً حافظ۔ سعدی۔ شمش اور رومی و یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں جیسے ایمرسن۔ سوپن ہاور۔ کانٹ۔ گیتی۔ ڈارون۔ سپنسر۔ تھورو اور کلفرڈ وغیرہ وغیرہ کے خیالات بھی شناسائی حاصل کی۔ ایک ریاضی داں کی حیثیت سے انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کے ایک نامور اسکول (سکاچ مشن ہائی اسکول سیالکوٹ) میں بطور سیکنڈ ماسٹر و دو نامور کالجوں مشن کالج لاہور و اورنیٹل کالج لاہور) میں بطور پروفیسر و ریڈر تقریباً پانچ سال تک ریاضی پڑھائی اور خوب شہرت حاصل کی۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں ریاضی کا سب سے اعلیٰ میڈل آج بھی آپکے نام سے ہی منسوب ہے۔ ایک شاعر کی حیثیت سے انہوں نے رُوحانیت۔ تصوّف۔ بھگتی (عشق حقیقی) اور جذبۂ حُبِّ وطن یعنی دیش پریم پر اپنا کلام اردو۔ ہندی۔ پنجابی۔ انگریزی و فارسی زبانوں میں قلم بند کیا۔ جو آج بھی بڑا مقبول ہے۔

سوامی رام تیرتھ حق یعنی سچائی یعنی پرماتما کے مُتلاشی تھے۔ حق کی تلاش کرنا ہی اُن کی زندگی کا مقصدِ عظیم تھا۔ اور یہی اُن کی اعلےٰ تمنّا تھی۔ اُن کی رُوح اس حقیقی غذا اور پانی کی پیاسی تھی۔ اور اِسی تلاش میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ اِسی فراق میں اُنھوں نے دُنیا کے تمام مذہبوں کے عقیدوں کی چھان بین کی۔ وید۔ قرآن۔ توریت انجیل اور گورو گرنتھ وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ اوتاروں۔ پیغمبروں اور درویشوں کی تعلیم اور تلقین و اُن کے زندگی کے حالات کو غور سے پڑھا۔ مشرق و مغرب کے مفکرین کے خیالات سے واقفیت حاصل کی۔ عین شباب میں روزی کو لات ماری۔ یعنی نوکری سے دست بردار ہوئے۔ گھربار خویش و اقارب سے ہمیشہ کی رخصت لی۔ اور دیگر دُنیاوی تعلقات



سوامی رام تیرتھ



اہلِ اسلام کی نظر میں سوامی رام تیرتھ کے مُصنّف کی تصنیف "رام بادشاہ"
کی پہلی جلد (بعد از رسمِ اجرا) کو جب سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش یعنی
مُرالی والہ (ضلع گوجرانوالہ) پاکستان اِرسال کیا گیا تو اہلِ مُرالی والہ نے
اُسے بڑے ادب کے ساتھ سوامی رام تیرتھ کی پیدائش والے مکان کے
صدر دروازہ کی چوکھٹ پر رکھا۔ یہ فوٹو اُسی موقعہ کا ہے۔

قطع کرکے گنگا کے کنارے جاکر ڈیرا لگایا۔ ہمالیہ کی برف پوش بلند چوٹیوں۔ خطرناک غاروں۔ بیابان جنگلوں اور سنسان گھاٹیوں میں تپ (ریاضت) کیا۔ اور آخر کار ایک مدت کے بعد انھوں نے اس کے سر چشمہ کو معلوم کیا۔ اس سے خط اٹھایا اور ان کی پیاسی رُوح نے بحرِ محبت میں غوطہ لگایا۔ اور اسی میں محو ہو گئی۔ تمام امتیازات مٹ گئے۔ ہر طرف اور ہر شے میں اپنا ہی آتما (اپنی ذات) منعکس نظر آیا جو حیاتِ حقیقی اور اُلفت صادق کا حصہ و مخزن ہے۔ اسے چاہے برہم کہو یا پرماتما۔ اللہ سمجھو یا خدا۔ ستیہ (سچائی) کہو یا حق۔ وہ ایک ہے اور اس کے نام مختلف ہیں۔ اُنہوں نے اس منبع محبت کو حاصل کر لینے کے بعد گوشۂ تنہائی اختیار نہیں کیا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ انہوں نے پہلے اپنے اہل وطن اور پھر اہلِ دُنیا کی بھلائی اور بہتری کا طریقہ سوچا۔ اس غرض سے انھوں نے نہ صرف ہندوستان کا بلکہ جاپان۔ امریکہ یورپ اور مصر وغیرہ وغیرہ کا دورہ کیا۔ ہر جگہ لوگوں کو حق کی تلاش کرنے کی تاکید کی۔ اور انھیں وہ راستہ بتایا جس پر چلتے ہوئے وہ پرم آنند کو پا سکے یعنی راحتِ ابدی کے خطہ میں داخل ہوئے۔

سوامی رام تیرتھ محبت کے پجاری تھے اور عالمگیر محبت اُن کی خاص انجیل تھی۔ اُن کی اپنی زندگی اِسی عالمگیر محبت کے اصول کی تابع تھی۔ وہ اِس دُنیا کو اپنا کنبہ اور اس عالم کو اپنا گھر سمجھتے تھے۔ پارسی۔ بودھ۔ مسلمان۔ عیسائی ہندو۔ اور یہودی اُن کی نظروں میں یکساں تھے۔ یورپین۔ امریکن۔ ایشیائی و افریقی انھیں اپنے ہموطن بھائی دکھائی دیتے تھے۔ اپنے جسم اور آتما کو محبت کی قربان گاہ پر چڑھانا ہی اُن کے خیال میں مکتی یعنی نجات حاصل کرنا تھا۔ اس عالمگیر محبت کو ہی وہ ویدانت کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اُن کے خیال میں ویدانت ایک بہت جامع لفظ ہے جو کسی خاص مذہب یا فلسفہ سے جُڑا ہُوا نہیں ہے۔ گو ویدانت کوئی نیا لفظ نہیں بلکہ ہزاروں برسوں سے ہندوستان میں رائج ہے لیکن آپ کا جو مطلب اِس اصطلاح سے ہے وہ گلاب کی گلابی

اوس کے موتی ایسے دانوں میں نمایاں ہیں۔ وہ طلوع آفتاب کی پیاری شفق، پرندوں کے دلفریب چہچہے۔ بارش کی جھم جھم۔ اِنسان۔ چرند پرند کی حرکتوں میں عیاں ہے۔ کلیوں کی چٹک پھُولوں کی مہک میں آپ کے ویدآنت کی بائبل۔ تاروں کی چمک اور ستیاروں کی جھلملاہٹ میں آپ کا وید ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کے قرآن کے حروف، حیات کی انواع و اقسام کی کروڑوں صُورتوں میں ہویدا ہیں۔ آپ کے خیال کے مُطابق ہر ایک عورت اور مرد کی زندگی ویدآنت کے تابع ہے۔ ترقی پزیر اور اقبال مند قوم اس کی راست فہمی اور تنزل میں گرفتار قوم اس کی غلط فہمی کی مثال پیش کرتی ہے سُورما اور عارف دونوں اس کی سچّائی کے مظہر ہیں۔ شاعر اور صنّاع دونوں اس کی شان کے گواہ ہیں۔ مختصر میں "سچائی کی خدمت گزاری" ہی آپ کی ویدآنتی تعلیم کا لُبِّ لُباب ہے۔ اور یہی معنی آپ ویدآنت کے لیتے ہیں۔ آج کے اِس نازک دَور میں جبکہ مذہب کے نام پر دُنیا میں جنگ و جدل ہو رہے ہیں۔ ایک نسل کے لوگ دوسری نسل کے لوگوں کو اور ایک فرقے کے افراد دوسرے فرقے کے افراد کو نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہیں۔ علاقائیت اور اس قسم کے دوسرے فتنے ہر جگہ سر اُٹھا رہے ہیں سوامی رام تیرتھ کا ویدآنت یعنی اُن کا پیغام خصُوصی توجہ کا مُستحق ہے۔ اور آج دُنیا میں سوامی رام تیرتھ جیسے "جہاں دوست" انسان کی ضرورت ہے۔ جو بے خوف و خطر یہ کہہ سکے۔ ؎

ہر جان میری جان ہے ہر اک دِل ہے دل مِرا
ہاں بُلبُل و گُل۔ مہر و مہ کی آنکھ میں ہے تِل مِرا
ہندُو مُسلمان۔ پارسی سِکھ۔ جین۔ عیسائی۔ یہود
ان سب کے سینوں میں دھڑکتا ہے یکساں دِل مِرا

مولوی محمد علی

سوامی رام تیرتھ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں (مُرالی والہ) کے مکتب میں حاصل کی تھی۔ گو اُنہوں نے چھ سال کی عمر میں سکول میں پڑھنا شروع کیا لیکن وہ بہت ذہین اور محنتی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپنے پانچ سال کا پرائمری کا کورس صرف تین سال میں اور وہ بھی اوّل درجہ میں پاس کیا تھا۔ اُن دِنوں پنجاب میں اور خاص طور پر دیہات کے مکتبوں میں صرف اُردو۔ اور فارسی ہی پڑھائی جاتی تھی۔ مولوی محمد علی اُس زمانہ میں مدرسہ کے ہیڈ مدرس تھے۔ اور مدرسہ صبح تا شام کھُلا رہتا تھا۔ مولوی محمد علی کی رہائش ایک دوسرے گاؤں کھیالی میں تھی جو مُرالی والہ کے نزدیک بجانب گوجرانوالہ واقع ہے۔ مولوی محمد علی نے ایک گھوڑا رکھا ہوا تھا اور وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر کھیالی سے مُرالی والہ تک آیا جایا کرتے تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے علمی شوق اور ادب نوازی سے مولوی صاحب بہت ہی متاثر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ گرمی کی چھُٹیوں میں جب مدرسہ دو ماہ کے لئے بند ہو جایا کرتا سوامی رام تیرتھ روزانہ مولوی صاحب کے گاؤں میں اُن سے پڑھنے چلے جایا کرتے۔ اِس طرح جب دو سال گذر گئے تو تیسرے سال کی چھُٹیوں میں سوامی رام تیرتھ نے مولوی محمد علی سے عرض کیا کہ گُلستاں اور بوستاں تو مَیں پڑھ چکا ہُوں۔ اب آپ برائے کرم مجھے اِس بار چھُٹیوں میں دیوانِ حافظ پڑھائیں۔ مولوی صاحب نے بخوشی اُن کی بات مان لی۔ اور دیوانِ حافظ پڑھانا شروع کر دیا۔ مولوی محمد علی نے پہلے روز دیوانِ حافظ کا صرف پہلا شعر ہی پڑھایا۔ ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و نا و لہا
کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

دوسرے روز جب مولوی صاحب نے دیوان حافظ کا اگلا شعر پڑھانا چاہا تو سوامی رام تیرتھ نے اُن سے پہلے والے شعر کو ہی دوبارہ سمجھانے کا اصرار کیا۔ تیسرے اور چوتھے دن بھی ایسا ہی ہُوا۔ اور حتیٰ کہ تمام چھٹیاں یعنی عرصہ دو ماہ کا اِسی طرح صرف پہلے ہی شعر کی تشریح میں گُذر گیا اور تمام کا تمام دیوان حافظ اسی ایک شعر کی تضمین یا تفسیر کی شکل میں پڑھایا گیا۔ مولوی محمدؐ علی اپنے آٹھ سالہ شاگرد کی غیر معمولی علمی لیاقت کو دیکھ کر بڑے حیران تھے۔ کیونکہ اُنھوں نے دیوان حافظ کو کبھی بھی اِس طرح نہیں پڑھایا تھا۔ دوسرا انھیں بھی کئی مرتبہ اس عرصہ میں مذکورہ بالا شعر کی تشریح کو سمجھانے کے لئے بہت چھان بین کرنی پڑی۔ کئی ایک کتابیں پڑھنی پڑیں۔ تب کہیں جاکر وہ سوامی رام تیرتھ کو کسی طریقہ سے مطمئن کر سکے مولوی محمدؐ علی کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ دیوانِ حافظ کو اِس ڈھنگ سے پڑھنے والا اُن کا شاگرد آگے چلکر فکر و فلسفہ کا بہت بڑا عالم ہوگا۔

مولوی محمدؐ علی کی نظر میں حضرت حافظ شیرازی اور سوامی رام تیرتھ ایک ہی سکّے کے دو پہلو تھے۔ حضرت حافظ شیرازی نے اپنا دیوان جس شعر کی تشریح میں قلمبند کیا۔ سوامی رام تیرتھ نے بھی اُسے اُسی شعر کی تفسیر میں ہی پڑھا۔ اس طرح مولوی محمدؐ علی ہی سوامی رام تیرتھ کی اہمیت کو سمجھنے والی اہلِ اسلام کی پہلی شخصیت ہیں۔ ●

چودھری شہاب الدین

سوامی رام تیرتھ 1893ء سے 1895ء تک اورنیٹل کالج لاہور میں ایم۔اے کے طالب علم رہے۔ اس عرصہ میں چودھری شہاب الدین (بعد ازاں سر) اُن کے ہم جماعت رہے۔ دونوں کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ اور ایک دوسرے کو بہت قریب سے جانتے تھے۔ چودھری شہاب الدین ترقی کرتے کرتے ایک اعلیٰ وکیل ہوئے اور پنجاب کی مجلس قانون ساز کے صدر منتخب کئے گئے۔ پنجاب کی سیاست میں آپ کی شخصیت بہت ممتاز تھی۔ ایک مرتبہ آپ بلدیہ لاہور کے بھی صدر چُنے گئے تھے۔ چودھری صاحب نہایت گراں ڈیل اور بالا بلند آدمی تھے۔ بڑے ہنس مُکھ اور ملنسار بھی تھے۔

چودھری شہاب الدین نے ایک مرتبہ سوامی رام تیرتھ کی اعلیٰ شخصیت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا۔

"مجھے بڑے فخر کے ساتھ یہ کہنے کا خاص افتخار حاصل ہے کہ مرحوم سوامی رام تیرتھ جیسی پاک ہستی کا ہم جماعت رہا ہوں۔ ہم دونوں اکٹھے گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک سال سے زائد عرصہ تک ایم۔اے (ریاضی) کے طالب علم رہے ہمارے آپسی تعلقات بہت گہرے تھے۔ مَیں اُن کے والدین سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ جن دِنوں ہم کالج میں پڑھتے تھے

روزانہ بہت لمبی سیر کو نکل جایا کرتے تھے۔ یہی نہیں میں اُنکی
نیک صحبت سے کئی طرح سے فیضیاب ہُوا۔ یعنی ہمارا رہنا سہنا
اُٹھنا بیٹھنا اور بولنا چالنا سب اِکٹھا ہوتا تھا۔ وہ بہت
ہی بُلند ترین خیالات کے مالک تھے۔ اور نہایت ہی عمدہ قسم
کے شریف اِنسان تھے۔ اُن کی گفتگو سُن کر مُردہ دِلوں
میں بھی جان آ جاتی۔

مَیں اُن کے بارے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ عجیب و غریب
قِسم کے ایک اعلیٰ نیک اِنسان تھے۔" ●

چودھری سر شہاب الدین جیسی باوقار مُسلم شخصیت کا اپنے طالب علمی
کے زمانہ میں کچھ عرصہ تک سوامی رام تیرتھ کا ہم جماعت رہنے میں فخر ظاہر کرنا اس بات
کا زندہ ثبوت ہے کہ سوامی رام تیرتھ کی شخصیت کتنی بُلند اور عظیم تھی۔

علّامہ اقبالؔ

سوامی رام تیرتھ اور علّامہ اقبالؔ جن کا نام نامی شیخ محمد اقبال (بعد ازاں ڈاکٹر۔ سر۔ و علّامہ) تھا۔ آپس میں گہرے دوست تھے۔ دونوں لگ بھگ ہم عمر تھے۔ بلکہ علامہ اقبالؔ سوامی رام تیرتھ سے پورے آٹھ ماہ بڑے تھے۔ علامہ اقبالؔ مورخہ 22 فروری 1873ء کو پیدا ہوئے تھے جبکہ سوامی رام تیرتھ کی پیدائش مورخہ 22 اکتوبر 1873ء کو ہوئی تھی۔ سوامی رام تیرتھ نے جس سال (1895ء) میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے ایم۔ اے پاس کیا تو وہ اُسی سال سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ جہاں اُنھوں نے مقامی سکاچ مشن ہائی اسکول میں لگ بھگ نو ماہ تک بطور سیکنڈ ماسٹر پڑھایا۔ اِدھر علّامہ اقبالؔ بھی اُسی سال سکاچ مشن کالج سیالکوٹ سے ایف۔ اے پاس کرنے کے بعد تعلیم کے اعلےٰ مدارج طے کرنے کی خاطر لاہور تشریف لائے اور گورنمنٹ کالج میں ہی اُنھوں نے بی۔ اے کے پہلے سال میں داخلہ لیا۔

سوامی رام تیرتھ جب اپریل 1896ء میں مشن کالج لاہور (بعد ازاں فورمین کرسچین کالج) میں بطور پروفیسر ریاضی ہو کر لاہور واپس تشریف لائے۔ تب علّامہ اقبالؔ بی۔ اے فائنل کے طالب علم تھے۔ چنانچہ اپریل 1897ء سے لیکر جولائی 1900ء تک سوامی رام تیرتھ و علامہ اقبالؔ دونوں نہ صرف لاہور میں ہی تشریف فرما رہے بلکہ آخری چھ ماہ تک تو ان دونوں ہستیوں نے اورنٹیل کالج لاہور میں ایک ساتھ پڑھایا بھی۔ اُن دِنوں علّامہ اقبالؔ

اورنٹیل کالج میں مکلوڈ عربک ریڈر تھے۔ اور سوامی رام تیرتھ اُسی کالج میں ریاضی کے ریڈر تھے۔ اِسی دوران سوامی رام تیرتھ نے لاہور سے ویدانت کا ایک ماہواری رسالہ جس کا عنوان۔ الف۔ تھا شائع کیا اور اسی درمیان اُنھوں نے نوکری سے استعفیٰ بھی دیا۔ اور تارک الدُنیا ہو کر ہمالہ کے جنگلوں میں تشریف لے گئے تھے۔ اِس عرصہ میں علاّمہ اقبالؔ اور سوامی رام تیرتھ ایکدوسرے کے بہت زیادہ قریب آچکے تھے۔ جنوری ۱۹۰۵ سنہ ع سے پیشتر سوامی رام تیرتھ اور علاّمہ اقبالؔ ایک دوسرے سے مُتاثر تو ضرور رہے ہوں گے۔ لیکن عین ممکن ہے کہ اُس زمانہ میں دونوں ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہ آسکے ہوں۔ علاّمہ اقبالؔ نے طالب علمی کے زمانہ میں ہی لاہور کی ادبی مجلسوں اور مشاعروں میں جانا شروع کر دیا تھا۔ اور سوامی رام تیرتھ نہ صرف شاعری کے ہی مداح تھے بلکہ خود بھی ایک اچھے شاعر تھے۔ اِس لئے بھی اُن ایام میں اِن دونوں کی ملاقات کا ہونا غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔

علاّمہ اقبالؔ کو سوامی رام تیرتھ کی جس بات نے نہ صرف بے حد مُتاثر کیا بلکہ اُن کے دل میں سوامی رام تیرتھ کے لئے عزّت اور احترام کا جذبہ پیدا ہُوا۔ وہ تھی۔ ویدآنت (تصوّف) کے حقیقی رنگ میں رنگی ہوئی سوامی رام تیرتھ کی مُمتاز ہستی۔ علاّمہ اقبالؔ اس پر دل و جاں سے فِدا تھے۔ دونوں بلاناغہ روزانہ ملتے تھے۔ گھنٹوں ویدآنت کا چرچا ہوتا تھا۔ اِسی دوران علاّمہ اقبالؔ کے اندر ہندوستانی فلسفہ ویدآنت جاننے کا اشتیاق جاگا۔ اُنہوں نے سوامی رام تیرتھ کی رہنمائی میں ویدانت پڑھنے کے لئے سنسکرت سیکھی۔ علاّمہ اقبال کے فرزند جسٹس (ڈاکٹر) جاوید اقبال صاحب کا مندرجہ ذیل خط اس بات کی تائید کرتا ہے:۔

لاہور۔ پاکستان

جج

مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۹ سنہ ع

لاہور ہائی کورٹ۔ لاہور

محترمی و مکرمی کیدار ناتھ پربھاکر۔ آداب

آپ کا خط مل گیا۔ یاد آوری کا بے حد مشکور ہوں۔ مجھے یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سوامی رام تیرتھ ہال کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ واقعی سوامی جی علامہ کے گہرے دوست تھے۔ علامہ اقبال نے سوامی جی کی رہبری میں سنسکرت کا مطالعہ کیا اور فلسفہ ویدانت میں سوجھ بوجھ حاصل کی۔ اُنھیں بڑی محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سوامی جی کا صوفیا کرام میں بڑا مرتبہ ہے اور مسلمان بھی اُن کی روحانیت کے قائل تھے۔ گو پاکستان میں اُنکے بارے میں معلومات زیادہ نہیں ہیں۔

آپ مجھے ہال کے افتتاح کے لئے بُلانا چاہتے ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ یہ میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور عزت افزائی ہے۔ مگر ایسے دعوت نامے تو سرکاری سطح پر ہی دیئے جا سکتے ہیں۔ مَیں اپنے طور پر ایسا دعوت نامہ قبول کرنے کا مجاز نہیں۔ یہ تو ہند سرکار پاکستان سرکار کو کہے اور پاکستان سرکار اُس کی دعوت قبول کر کے مجھے جانے کے لئے کہے تو ایسی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ بہرحال مَیں آپ کی طرف سے اپنی عزت افزائی کا بے حد ممنون ہوں۔ اور میرے پاس آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔

زیادہ آداب۔

خیر اندیش

جاوید اقبال

سوامی رام تیرتھ نے جب عالم شباب میں کالج کی پروفیسری سے استعفیٰ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی کو بھیجا تو اُس وقت پنجاب یونیورسٹی کی سینیٹ کے تمام ممبران کی ایک میٹنگ منعقد کی گئی۔ جس میں انگریز ممبروں کے علاوہ علامہ اقبال بھی موجود تھے جو سینیٹ کے ممبر تھے۔ استعفیٰ میں لکھا تھا۔

"رام اب سوائے پرماتما یعنی خُدا کے کسی کی نوکری نہیں کر سکتا۔"

اس پر ایک انگریز ممبر نے کہا کہ تیرتھ رام (سوامی رام تیرتھ کا خانہ داری کا نام) پاگل ہوگیا ہے علامہ اقبال جو سوامی رام تیرتھ کی قلبی حالت کو بہت نزدیک سے جانتے تھے۔ فوراً بول اٹھے —— اگر تیرتھ رام کو پاگل قرار دیا جائے تو پھر سمجھداری نام کی شئے دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔ یہ جواب سنکر اُس انگریز کو شرمندہ ہونا پڑا اور استعفیٰ منظور کر لیا۔

اہلِ اسلام یعنی علامہ اقبال نے سوامی رام تیرتھ جیسے صوفی باکمال اور عالم باعمل کے پاگل پن یعنی روحانی مستی کو کس نظر سے دیکھا۔ یہ واقعہ اس کی زندہ مثال ہے

سوامی رام تیرتھ کی ناگہانی موت کی خبر جب علامہ اقبال کو پہنچی جو اُن دنوں انگلینڈ میں تھے تو انہوں نے سوامی رام تیرتھ کی موت پر افسوس نہیں کیا بلکہ اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ سوامی رام تیرتھ نے تو اپنی حقیقی منزل کو پالیا یعنی اُن کی آتما برہم (خدا) میں لین (غرق) ہوگئی۔ اور اُن کا دوست یعنی وہ خود ابھی تک دنیاوی اُلجھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اِس پر اُنھوں نے سوامی رام تیرتھ کے متعلق اپنی عقیدت کو ایک خوبصورت نظم کی شکل میں قلم بند کیا۔ جو اہلِ اسلام کی ایک ممتاز ترین شخصیت یعنی علامہ اقبال کے جذبات ہیں۔

وفات سوامی رام تیرتھ

از قلم ڈاکٹر سر محمد اقبال (علامہ اقبال) بیرسٹر۔ لاہور

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تو ؛ پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو
آہ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو ؛ مَیں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو
مٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا ؛ یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آذر بنا
نفی ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا ؛ لا کے دریا میں نہاں موتی ہے اِلا اللہ کا
چشمِ نابینا سے مخفی معنیٔ انجام ہے ؛ تھم گئی جس دم تڑپ سیماب سیمِ خام ہے
توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق ؛ ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق

کیا کہوں زندوں سے مَیں اس شاہدِ مستور کی
دار کو سمجھے ہوئے ہیں جو سزا منصور کی

الف

سوامی رام تیرتھ نے جنوری ۱۹۰۵ء میں الف کے عنوان سے بزبان اردو ویدانت کا ایک ماہواری رسالہ جاری کیا تھا۔ الف کے تمام مضامین اُن کے اپنے ہی قلم سے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اُنہوں نے محض اِسی خاطر سوتر منڈی میں آنند پریس کے نام سے ایک نیا مطبع کھولا۔ تاکہ لکھائی اور چھپائی بہت عُمدہ ہو سوامی رام تیرتھ خود رسالہ کے ایڈیٹر تھے اور مطبع و رسالہ ہر دو کا اِنتظام اُن کے شِشیہ (شاگرد) لالہ نارائن داس (بعد ازاں نارائن سوامی) کے سپرد کیا گیا۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ الف کسی کمائی یا مُنافع کو مدِّ نظر رکھ کر جاری نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا مقصد سوامی رام تیرتھ کے خیالات کو قلمبند کر کے لوگوں تک پہنچانا تھا۔

رسالہ الف کے پہلے پرچہ کے مضمون کا نام آنند تھا۔ پبلک نے اِسے اتنا پسند کیا کہ اس پرچہ کو کئی مرتبہ شائع کرنا پڑا۔ رسالہ الف کے خریداروں کا دایرہ بہت وسیع تھا۔ مسلمان، عیسائی اور ہندو وغیرہ اسے برابر بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ اُس زمانہ میں شائع ہونیوالے کئی ایک اخباروں و رسالوں جن کے ایڈیٹر مسلمان بھائی تھے نے رسالہ الف کے جو ریویوز (تقریظات) لکھ کر شائع کئے وہ دراصل میں اہلِ اسلام کی نظر میں سوامی رام تیرتھ کے خیالات کے متعلق اظہار ہی تھا۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

" یہ ایک تصوّف کا ماہوار رسالہ ہے۔ جس کا نام "الف" ہے اور جس کو پنڈت تیرتھ رام گوسوامی ایم۔ اے نے مطبع آنند پریس سے

شائع کیا ہے۔ یہ اس رسالہ کا پہلا نمبر ہے۔ جس میں ویدانت اور تصوف کے کئی مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاق کے مطابق درج ہیں۔ اور جہاں بہت سے سنسکرت کے اشلوک ہیں وہاں ساتھ ہی کئی ایک فارسی کی اسی مضمون کی کتابوں کے اشعار بھی درج ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ جہاں ویدانت اور تصوف ہے وہاں ہندو اور مسلمان کا کیا ذکر ہے۔ اس مضمون کا کوئی ماہوار رسالہ اس سے پہلے جہاں تک مجھے علم ہے نہیں شائع ہُوا۔ گو متفرق رسالے کئی لکھے گئے ہوں گے۔"

——— "پیسہ" اخبار۔ لاہور

"........... اس کا واجب التعظیم فاضل ایڈیٹر جیساکہ علوم زبان انگریزی میں ایم۔اے کا ڈگری یافتہ ہے۔ ویسا ہی زبان اُردو۔ فارسی میں ایک قادر الکلام اور سحر بیان شخص ہے جس کے موثر فقرات کانوں سے اُترتے ہی نشتر بن کر قصر رگ جاں پر جا بیٹھتے ہیں اور اپنے عجیب و غریب اثر سے آدمی کو مسحور کر کے طبیعت پر ایک وجد کا عالم پیدا کر دکھاتے ہیں۔........"

اخبار "کوہ نور" لاہور

"........... یہ نصیحت و حکمت و تصوف کا ایک دریا ہے اور فقیر دوست صاحبان کے لئے ایک رہنما ہے۔ اس کے فاضل ایڈیٹر گوسوامی جی نے جا بجا شعروں کی چاسنی سے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ یہ رسالہ ضرور اس قابل ہے کہ ہر شخص خواہ وہ مسلمان ہو خواہ ہندو اس گوہر بے بہا سے فائدہ اُٹھائے اور پھر اپنے اخلاق حسنہ کو سُدھارے۔"

اخبار "معلومات دنیا" لاہور

یہ رسالہ حال ہی میں لاہور سوُتر منڈی آنند پریس سے
شائع ہونا شروع ہُوا ہے۔ جس کے دو نمبر ہمارے مطالعہ
میں آئے۔ یہ رسالہ دراصل ویدانت کی جان اور ویدانتوں
کا ایمان ہے۔ کروڑوں میں کروڑ اکائیاں شامل ہیں۔
اِسی طرح لاکھ ہزار اور سو اکائیوں سے مرکب ہوتے ہیں
لیکن اکائی میں کروڑ اور لاکھ اور ہزار کا نظارہ دکھلانے
والا ایک 1 ہے۔ خواہ وہ دس میں ہے یا سو میں یا ہزار میں
اس مسئلہ کی تشریح اس رسالہ میں بخوبی ہوئی ہے "

——— صادق الاخبار۔ بہاولپور

سوامی رام تیرتھ اہلِ قلم تھے۔ اُن کی طرزِ بیانی اُردو ادب میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن ابھی تک اُردو کے ادب نوازوں کی توجہ اِس طرف نہیں گئی۔ راقم الحروف کو یہ یقین ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب سوامی رام تیرتھ کی اُردو زبان کے لئے کی گئی ادبی خدمات کی طرف اُردو ادب کے عالموں اور فاضلوں کی توجہ جائے گی اور وہ اس کی اہمیت سے دُنیا کو آشکارا کریں گے۔

ذیل میں الف میں شائع شدہ سوامی رام تیرتھ کا ایک مضمون "وحدت" کا ایک پیرا پیش خدمت ہے جس سے اُن کی غضب کی طرزِ بیانی عیاں ہو رہی ہے۔

" او دریائے وحدت کی موج !
پیارے (انسان صورت فرشتے) اہلِ نشاط
کے قہقہے میں۔ بُلبُل کے چہچہے میں۔ رُستم کے
نعرہ کارزار میں۔ مظلوم کے نالۂ دلفگار
میں، غنچوں کی چٹک میں۔ غنچہ لبوں کی مٹک میں

تیری ہی کھٹک ہے۔ کیا بازار۔ اور کیا گُل زار،
کیا کچکول گدائی۔ اور تاجِ شاہی تیرے دربار
میں بار پانے کو ترستے ہیں۔ گُلرخوں کی آواز اور
بُلبُلوں کے نغمے تیری تصدیق کے بھُوکے اور
پیاسے ہیں۔ نافۂ ختن (کستوری) کو خوشبُو
اور پیاز کو بدبُو کا سرٹیفکیٹ تیرا ہی دیا ہُوا ہے
ایک پتھّر کو جو چاٹا جائے تو سمّ ہلاہل ہے۔
یہ بُلند رُتبہ تیرا ہی مرحمت کیا ہُوا ہے۔ لبِ جاناں
پر صاد رتیرا ہی عطیّہ ہے۔" ●

اسی طرح۔ زندہ کون ہے۔ کے عنوان سے الفؔ میں شائع شُدہ ایک مضمُون میں سوامی رام تیرتھ نے ویدانت کے نظریہ سے مذہب کی جو تشریح کی ہے وہ قابلِ غور ہے۔

"مذہب سے ہماری وہ قوم یا ملّت مُراد نہیں جو مُقدمہ بازی کے وقت لوگ عدالتوں میں عرضی دعویٰ پر لکھوایا کرتے ہیں۔ بلکہ "مذہب" سے ہماری مُراد ہے وہ یقین یِشواس (اعتقاد) جو لوگوں کے تختۂ دل میں قیام پذیر ہو کر خُون کے ساتھ اُن کے رگ و پے میں جوش مارتا ہے اور ٹھہر بن کر اُن کے تمام اعمال و خیالات پر ثبت ہوتا ہے۔ وہ زندہ طاقت (نشچیہ) کسی آدمی کا اصلی مذہب ہوتی ہے۔ جس کی روشنی میں وہ باقی سب کام کرتا ہے۔" ●

میاں محمد حسین خان آزاد

میاں محمد حسین خاں آزاد سوامی رام تیرتھ کی اعلےٰ شخصیت کے گرویدہ تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے جاری کردہ ماہنامہ الف میں شائع شدہ مضامین کو پڑھ کر ہی وہ سوامی رام تیرتھ کے خیالات سے متاثر ہوئے تھے۔
آپ کا مسکن لیّہ۔ پنجاب (پاکستان) میں تھا اور ویدانت (تصوّف) پر آپ دل و جان سے فدا تھے۔ شاعر بھی تھے اور کئی زبانوں کے عالم تھے۔ سوامی رام تیرتھ کے سنیاسی ششیہ (شاگرد) جناب نارائن سوامی اکثر لیّہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میاں محمد حسین خان آزاد اور جناب نارائن سوامی ہر دو کی ملاقات لیّہ میں ہی ہوتی تھی۔ جناب نارائن سوامی کے طفیل سے ہی آزاد صاحب سوامی رام تیرتھ کے متعلق گہرائی سے واقفیت حاصل کر سکے تھے۔
جن دنوں راقم الحروف کتاب رام بادشاہ لکھ رہا تھا انھیں دنوں آزاد صاحب کے بارے میں کچھ مزید حالات جاننے کا بھی موقعہ ملا۔ اِس سلسلے میں میاں محمد حسین خاں آزاد کے فرزند جناب خضر خان کا ارسال کردہ ایک خط حسبِ ذیل ہے۔

از لیّہ۔ ضلع لیّہ (پنجاب) پاکستان
مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء

مکرمی بندہ سلامت تسلیم

آپکا خط مِلا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ مَیں جناب محمد حسین خاں آزاد کا واحد پسر ہوں۔ مشفق والد صاحب 1951-12-22 کو وفات پا چکے ہیں۔

والد صاحب دامن کوہ سلیمان کے رہنے والے تھے۔ حصولِ تعلیم کی خاطر اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ میٹرک کے امتحان اور منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے تھے۔ ہندی اور سنسکرت بخوبی بول اور لکھ سکتے تھے۔ مذہبی کتب قرآن حکیم۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ گیتا اور گرنتھ صاحب وغیرہ پر کافی مطالعہ رکھتے تھے۔ والد صاحب کی لائبریری میں ہزاروں کتابیں تھیں گورنمنٹ اسکول لیہ میں معلم۔ اور میونسپل کمیٹی لیہ میں سیکرٹری تعینات رہے۔ ملازمت سے اُکتا کر اُنھوں نے استعفٰے دیدیا تھا اور تارک الدنیا لوگوں کی صحبت میں رہتے تھے۔ اِس سلسلہ میں وہ لیہ سے دہلی تک گئے اور متعدد درویشوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ عالی جناب سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر بھی رہے اور اُن سے فیض حاصل کرتے رہے تھے۔

عالیجناب سوامی رام تیرتھ صاحب کے شاگرد جناب نارائن سوامی اکثر لیہ آیا کرتے تھے۔ آپ کی رہائش باغوں میں ایک مکان جو صرف درویشوں کی رہائش کے لئے مخصوص تھا۔ رہتی تھی۔ والد صاحب دن رات سوامی جی کی سیوا میں رہتے۔ والد صاحب کا ان سے دلی لگاؤ تھا۔ مَیں والد صاحب کے ہمراہ کئی بار جناب نارائن سوامی کے پاس حاضر ہوا تھا اور ان کے دستِ شفقت سے سرفراز ہوا تھا۔

سوامی رام تیرتھ صاحب اتنی بڑی رُوحانی شخصیت تھے کہ الفاظ اُن کی تعریف کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ یقیناً ایک اوتار تھے اور پرماتما کی اِس دھرتی پر ایک عنایت تھی وہ روحانیت کا ایسے الفاظ میں درس دیتے تھے کہ انسان سکتہ کے عالم میں رہتا۔

سوامی رام تیرتھ صاحب جیسی برگزیدہ ہستی کے ساتھ میرے والد صاحب کا ذکر آنا۔ یقیناً میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ والد صاحب کی آخری عمر کا فوٹو ارسال خدمت ہے۔ مَیں آپ کے مشن کی کامیابی کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ آپنے ایک نیک کام

کی تکمیل کی ذمہ داری لی ہے۔ مَیں آپ کے جذبہ کو سلام کرتا ہوں۔ میری طرف سے جملہ احباب تک نیک تمنائیں پہنچا دیں۔ مَیں خواہشمند ہوں کہ کتاب چھپنے پر اور میرے دوستوں کے لئے یہ دستاویزی کتاب بھجوائیں گے۔ تاکید ہے۔ فقط

دُعاگو

خضر خاں ولد محمد حسین خان آزاد۔لئیہ

جناب کیدار ناتھ پربھاکر
رام تیرتھ کیندر۔ سہارنپور
یو۔ پی۔ بھارت

سوامی رام تیرتھ تارک الدُنیا ہونے کے بعد جن دِنوں مسوری کے پہاڑوں میں ٹہری (ریاست ٹہری کا صدر مقام) کے نزدیک کوڑیا نام کے دلکش مقام میں تشریف فرما تھے۔ اُنھیں ایّام (مئی ۱۹۰۲ء) میں میاں محمد حسین خان آزاد اور سوامی رام تیرتھ کے درمیان خط وکتابت کا سِلسلہ جاری ہُوا تھا۔ جناب آزاد نے اسی دَوران سوامی رام تیرتھ سے مُلاقات کرنے کی اِجازت چاہی اور ان کی خدمت میں عرض کیا۔

" اگر آزاد۔ رام کے درشن کرنے آئے تو آزاد اوقاتِ صافی رام میں رام بادشاہ کے تئیں بارِ خاطر تو نہ ہوگا "

رام بادشاہ یعنی سوامی رام تیرتھ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

پیارے آزاد رام!

کیا راقم کے لئے ابھی تک دُنیا کی کسی چیز کا بارِ خاطر ہونا ممکن میں رہا؟

یہاں تو ہر شے کو رام کے تئیں مُژدہ وصل دیئے بغیر چارہ نہیں۔ ؎

کلیدِ عشق کو سینہ کی دیجئے تو سہی ؛ مچا کے لُوٹ کبھی سیر کیجئے تو سہی
غضب کی قابلِ غارت ہے دِلّی دل تو ؛ شتاب فتوائے نادر بھی دیجئے تو سہی
جلا کے خانہ و اسباب مثل نیرو کے ؛ مزا سرود کا شعلوں کا لیجئے تو سہی

کرو شہیدِ خودی کے سوار کو رو رو کر ؎ یہ جسمِ دُلدُل بے پا اگر کیجئے تو سہی
ہے خُم تو مے سے لیا لب پہ تشنہ کامی کیوں ؎ لو توڑ مُہرِ خودی مے کبھی پیجئے تو سہی
اُڑا پتنگ محبت کا چرخ سے بھی دُور ؎ خرد کی ڈور کو اب چھوڑ دیجئے تو سہی

مزا دکھائیں گے جو کہہ دو رام میں ہی ہوں
زمیں زماں کو بھی یوں رام کیجئے تو سہی

اس سے پیشتر میاں محمد حسین خان آزاد نے ایک مرتبہ مندرجہ ذیل شعر سوامی رام تیرتھ کے اُس خط کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ جس میں اُنہوں نے آزاد صاحب سے اُن کا روحانی تعارف دریافت کیا تھا۔ ؎

ہے آزادگی عیاں مری لفظ صرف آزاد سے
دیکھ لو آزاد ہیں سب حرف لفظ آزاد کے

سوامی رام تیرتھ نے اِس کے جواب میں آزاد صاحب کو لکھا ؎

تعلق سے بری ہونا حروفِ رام کی مانند
ہر اک پہلو سے لفظ داغ مٹ جانا مبارک ہو

آزاد اور رام دونوں لفظ ہی آپس میں آزاد ہیں یعنی الگ الگ حرفوں میں لکھے جاتے ہیں۔ مگر آزاد میں نکتہ موجود ہے اور رام لفظ نکتہ سے بری ہے یعنی آزاد صاحب ابھی دُنیاوی تعلقات میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور رام ان سے بری ہو چکے تھے۔

سوامی رام تیرتھ نے جب ہمالیہ میں تینتیس سال کی عمر میں (۱۹۰۶ عیسوی) اپنے فانی جسم کو سپرد گنگ کر دیا۔ یعنی اس دُنیا سے رحلت فرما گئے تو میاں محمد حسین خان آزاد کو گہرا دلی صدمہ پہنچا۔ اُنہوں نے اُس وقت لیّہ سے ایک خط جناب نارائن سوامی کی خدمت میں بھیجا۔ ارسال کیا جس میں سوامی رام تیرتھ کی جُدائی پر اُنھیں جیسا محسوس ہوا قلمبند کر دیا آزاد جیسے عنقا کا وہ خط جو حسب ذیل ہے سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کے عزم وصال یعنی خدا کی ذات میں غرق ہو جانے پر میاں محمد حسین خان نے اپنے جن خیالات کا اظہار اس خط میں کیا ہے وہ اہل اسلام کی جانب سے ہی خیالات کا اظہار ہے۔

بچھڑ گئی! آسماں! ہم سے رنگا ہِ رام حیف!
رام گنگا میں ہے اب آرام گاہِ رام حیف!

ہائے! آفتاب عرفان غروب ہو گیا۔ بدر منیر گہنا گیا۔ ستارے ماند ہو گئے۔ شمع طور بجھ گئی۔ جگنو سے چمک دمک کوسوں بھاگ گئی۔ آہ! گلشن ہند تباہ ہو گیا۔ اب وہ گُل بکاولی کہاں؟ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گُل کا تجمّل تھا
ہزاروں بُلبُلوں کی فوج تھی اک شور غُل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
زباں پر باغباں کی تھا۔ یہاں غنچہ یہاں گُل تھا

او بادِ بہاری تو کہاں چلی گئی۔ جو باغباں و چمنستانِ بُلبُل و گُلستاں سرو و قمری سرو و قمری کی روح رواں تھی۔ او سبز پوشانِ چمن! تم کس کی یاد میں بیتاب ہو رہے ہو۔ آہ! یہ چمکتی ہوئی شبنم نہیں۔ یہ تو ساکنانِ گلزار کی آنسوؤں کی بالائیں ہیں اور یہ اشجار نہیں بلکہ خضر صورت عاشقانِ کامل کی صفیں ہیں جو موتیوں کی تسبیحیں لئے انا الحق۔ انا الحق کا فاتحہ رام بادشاہ کو دے رہے ہیں۔

"چلو قبرِ سنہ ہاد پر فاتحہ کو
اگر آب شیریں سے لازم وضو ہے"

اب جس کو رام بادشاہ سے پریم ہو۔ وہ اُس کی مرغوب چیز (انا الحق) وردِ زبان بنالے۔ ؎

بہ صدقِ دل انا الحق گو چُنیں رام فرماید
کہ در یک دم زدن گردد وصالِ قطعِ منزلہا

(مطلب۔ سوامی رام تیرتھ فرماتے ہیں کہ سچے دل سے انا الحق (برہم اسمی) کہہ تاکہ ایک دم میں وصال یا ساکھشیات کار ہو جاوے۔ یعنی راستہ طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے)۔ ہائے اس قحط الرجال کے زمانہ میں رام جیسا فدائے ملک ہندو مسلمانوں

کو شیر و شکر کرنے والا۔ اکبرِ اعظم سا دِل رکھنے والا۔ جہاں سے غائب ہو گیا۔ اب کی وہ زندہ دِلی۔ وہ رنگین مزاجی۔ وہ شگفتہ رنگی وہ بات بات میں چاشنی وہ چاؤ یدمستی اُس کے عاشقوں کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔ ع

پھرتی ہے آہ دیدہ و دِل میں ادائے رام

مجھے گُل کے ہنسنے پہ آتا ہے رونا ⁂ کہ اِس طرح ہنسنے کی خوشی کِسی کی

علم کے ساتھ عمل ہو تو نُورٌ علیٰ نُور ورنہ بے عمل عالم جاہل سے بھی بدتر ہے۔ ؎

حافِظ ہر آنکہ عشق نہ ورزید وصل خواست

احرام طواف کعبہ دِل بے وضو بہ بست

حافظ زدیدہ دانۂ اشک بایہے فشاند

شائد کہ مُرغ دل کند قصد دام ما

(مطلب ۱ے حافِظ جس نے عِشق کیا نہیں اور وصل چاہی یعنی بغیر پریم بھگتی) کے شا کشیا تکار کرنا چاہا تو وہ اِسی طرح ہے کہ بغیر وضو کئے کعبہ کے طواف کرنے کی نیت کی اور اے حافِظ آنکھ سے آنسو کے دانہ اس طرح جھڑتے ہیں کہ شاید مرغ دل اُن سے (دیکھ کر) ہمارے پھنسانے کا ارادہ کرے)

وہ بندوق توپ کچھ گھائل نہیں کر سکتی جِن میں بارُود گولی تو ہو مگر آگ کی جگہ برف سے کام لیا جائے۔ جب تک گیان (معرفت) کی اگنی جلوہ گر نہ ہو تب تک اگیان رُوپی۔ (اپنے آپ کو نہ جاننے کی جہالت) دُشمن شکار نہیں ہو سکتا۔ اور دل ہرگز مُنوّر و تاباں نہیں ہوتا جب تک شمع عِشق نہ جلائی جائے۔ آتشبازی کا لُطف تب ہی ہوتا ہے کہ جب اُسے آگ دِکھا کر برباد کر دیا جائے۔ جب تک شمع خود جلکر جانگداز نہ کرے۔ غریب پتنگے کب جاں فروشی پر کمریں باندھتے ہیں۔ ؎

تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدائے شود

(مطلب۔ جب تک شمع نہ جلے پروانہ کب اُس پر عاشق ہونے لگا۔)

رام بادشاہ میں عرفان لڑکپن سے کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ اور اُس نے خودی

کو جلا کر اُس کی خاکستر گنگا میں بہادی تھی۔ کالج لائف میں بھی فقیری عیاں تھی۔ ؎

کب لباس دُنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

فقیری کی تو پوچھئے نہیں بحرِ سرور تھے جس کی موجیں امریکہ و جاپان تک لہریں مار رہی تھیں۔ تشنگان آبِ حیات و بیمارانِ شرابِ ہستی جام بھر بھر کر پیتے تھے اور دُکھ درد بھُول جاتے تھے۔ اب بھی وہ بحرِ بیکراں رسالہ "الف" میں اٹھکھیلیاں کر رہا ہے۔ جس کی مرضی چاہے اس مئے حقیقی سے دِل کی پیاس بجھالے۔ ؎

مریضانِ گنہ کو دو خبر فیضِ مسیحا کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے لے آئے جس کا جی چاہے

سچ ہے خدا محبّت ہے اور جو محبّت میں رہتا ہے وہ خدا میں رہتا ہے اس عالمگیر محبّت کے باعث امریکن، رام کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اُسے مسیح کہنا شروع کر دیا۔ یہ عجیب ماجرا ہے کہ بعض لوگ باوجود دعویٰ مسیحائی کے ابھی تک مسیح نہیں ہیں۔ مگر ایک شخص بلا اس دعوے کے مسیحا بن گیا۔ واہ رے بحرِ اُلفت! "پہلے تو لائق بنو پھر خواہش کرو" کے معنی اب خوب سمجھ میں آئے۔ یہی محبّت تھی جو پریذیڈنٹ رُوز ولٹ جیسے بادشاہ امریکہ کو کشاں کشاں مسیحا دم رام کے پاس جیبین سائی کو لائی۔ ؎

عجیب ہے خُدایا تیرا بحرِ اُلفت
جو ہو غرق اِس میں وہی پار ہے

گر تو بنے او آب رود گنگا! اس کو وہ نُور الماس کو اپنے پیٹ میں چھُپالیا۔ سمندر تو پہلے ہی سے بدنام تھا۔ ؎

موتیوں کو سیپ میں رکھا چھپا کر کس لئے
دیکھ لی ہم نے سمندر بس تیری دریا دلی

پہلے تو ہما کی طرح ہڈیوں پر قناعت تھی۔ استخواں خورد و طائرِ نیاز ارد۔ کا سا معاملہ تھا مگر اب اے اژدہائے گنگا! آہ تیری خوفناک لہریں تو رام جیسے

بیش بہا مَن کو نگل گئیں۔ ار کاش رام بادشاہ ہوتے اور انھیں اس عالم محویت میں اپنے دل میں تخت نشین اور حکمراں دیکھتا اور کچھ راز و نیاز کی باتیں کرتا باتیں بھی وہ جو اُن کے مَن بھاتیں۔ مگر وہ تو برابر کہہ رہا ہے۔ ؎

آبِ کوثر کے کنارے چل رہا ہے جام رام
خُلد میں ہے آہ اب منزل گہ آرام رام

مٹائے مِلّت کے تو نے جھگڑے شرابِ عرفاں پلا پلا کر
جمایا وحدت کا رنگ تو نے دُوئی کا پردہ اُٹھا اُٹھا کر
تو کیا ہندو، مسلم، گبر سب ایک ہی جام سے پئیں گے۔

رام بادشاہ :۔ گبر و مسلم کیسے؟ ؎

کفر اسلام در رہش پویاں ؛ وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں

(مطلب :۔ کفر اور اسلام اس کے راستہ میں دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ واحد لاشریک "یا" ہے یعنی صرف اس کی ایک ہستی ہے)

یک حقیقت جلوہ گر در کفر و اسلام ہست و بس
اختلافاتِ مذاہب جملہ اوہام است و بس
از تعصب کا سرِ شیخ و برہمن شد جُدا
ورنہ در میخانہ یک ساقی و یک جام است و بس

(مطلب :۔ ایک ہی حقیقت یا ہستی کفر و اسلام میں ظاہر ہے اور مذہبوں میں جو اختلاف پڑتا ہے وہ محض وہم یا دھوکا ہے تعصب یعنی پکش پات (طرفداری) کی وجہ سے شیخ اور برہمن یعنی مسلمان اور ہندو الگ الگ ہو گئے۔ مگر جہاں تعصب نہیں وہاں میخانہ معرفت میں ایک ہی ساقی (گورو یا مرشد) اور ایک ہی جام (تعلیم یعنی درس) ہے۔)

آہ! ایسا مرد باصفا کچھ دِنوں ہم میں اور رہتا۔ مگر اُن کا تو قول تھا کہ ؎

اگر در خانہ کس است۔ یک حرف بس است

(اگر خانۂ دِل میں کچھ ہے تو ایک حرف کافی ہے)

اگر در خانہ کسے نیست۔ دفتر معرفت ہیچ است

(اگر خانۂ دِل میں کچھ نہیں۔ تو دفتر معرفت غائب)

مُلک کے لئے جو کچھ لکھ گئے وہی بہت ہے۔ مگر گوشِ شنوا اور چشم بینا چاہیئے۔ یہ خیال کرنا کہ جسم واسم کو رآم بادشاہ نے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سوال تو بعینہٖ وہی ہے کہ قیدی نے زندان کیوں چھوڑ دیا؟ وہ تو صاف کہہ چکے تھے۔ ؎

در سرم ہر دم سرِ آزادگی ہست

قیدِ تن باشد کنوں زندانِ مَن

(مطلب:۔ میرے سر میں ہر وقت آزادی کا خیال ہے۔ اور اب جسم کی قید میں رہنا گویا قید خانہ میں رہنا ہے۔)

فنا فی اللہ رآم کے لئے ع

قِصّہ شُد مختصر ورنہ دردِ سر بسیار بُود

(مطلب:۔ جھگڑا چھوٹا نہیں تو دردِ سر بہت تھا۔)

اور نیز اِس خواب وخیال کی مستعار زندگی میں منصُور یا سردار وہی بنتا ہے کہ وہ سرِ دار پر لٹکتے۔ ؎

کلکِ زباں بریدہ حافِظ دَر انجمن

با کس نہ گفت راز کہ تا ترکِ سر نکرد

(مطلب:۔ حافِظ نے زبان قلم کو کاٹ ڈالا ہے اور محفل میں رازِ حقیقت کسی سے نہیں کیا جب تک اُس نے اپنے سر کو تن سے جُدا نہیں کیا ہے۔ یعنی جب تک انسان جیتے جی نہیں مرا ہے تب تک اُس سے رازِ حقیقت نہیں بتلایا گیا)۔

رآم کی تو اب وہی حالت ہے کہ:۔

در سخن پنہاں شُدم چوں بُوئے گُل در برگ گُل
ہر کہ دیدن میل دارد در سُخن بیند مرا

(مطلب :- مَیں اپنے کلام میں اِس طرح چھپا ہُوا ہوں جس طرح بُو گُل میں چھپی رہتی ہے اور جو میرے دیکھنے یا درشن کی خواہش کرتا ہے وہ میرے کلام میں مجھے دیکھے)۔

اور کلام رام میں بیشک جلوہ آشکار ہے۔ ایک ایک لفظ میں شیشوں کی طرح شرابِ وحدت بھری ہوئی ہے۔ جس سے طالبانِ حق اور عاشقانِ معرفت ہمیشہ سرشار ہوتے رہیں گے۔ ہاں نارائین سوامی گُل کو جمع کر کے گنجینۂ رام قائم کر دیں۔ کتابیں اور رسالے تو خیر محفوظ ہیں۔ مگر اخباروں کے مضامین نج کے خطوط کہیں منتشر نہ ہو جائیں۔ اِسلئے ان کی فکر کرنا چاہیئے۔

"گُل نہیں تو گُل کی نکہت ہی سہی"

جناب مُصطفےٰ کمال پاشا

سوامی رام تیرتھ جاپان۔ امریکہ اور یورپ کا دورہ کرتے ہوئے یعنی نصف سے زیادہ دُنیا میں ویدانت کا پرچم لہراتے ہوئے ستمبر یا اکتوبر ۱۹۰۷ء میں مصر کی راجدھانی قاہرہ میں تشریف لائے تھے۔ اُن دِنوں مِصر میں جناب مُصطفےٰ کمال پاشا موجُود تھے۔ وہ سوامی رام تیرتھ کی رُوحانی شخصیت کے بارے میں اچھی خاصی جانکاری رکھتے تھے کیونکہ اُنہوں نے سوامی رام تیرتھ کے متعلق اخباروں وغیرہ میں بہت کچھ پڑھ رکھا تھا کہ ہندوستان کے ایک نوجوان سنیاسی نے نہ صرف جاپان میں بلکہ امریکہ میں لاکھوں لوگوں کے دِلوں میں ویدانت کا جذبۂ پاک پیدا کرکے ہندوستانی فِکر و فلسفہ کی گہری چھاپ چھوڑ کر ایک مثال قائم کی ہے۔ اُنھوں نے سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کا اہلِ اسلام کی طرف سے مِصر میں شاندار خیر مقدم کیا۔ اور قاہرہ کی جامع مسجد میں ایک بہت بڑے جلسہ کے درمیان آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ جناب مُصطفےٰ کمال پاشا کی درخواست پر سوامی رام تیرتھ نے اہلِ اسلام کی خاطر بزبان فارسی متواتر ۲½ گھنٹے تک "ہمہ اوست" پر ایک پُراثر تقریر فرمائی۔ جس سے اہلِ اسلام وجد میں آگئے۔ سوامی رام تیرتھ کا لیکچر وہاں کے مشہور عربی اخبار "الوہاب" میں

"ہندی فلاسفر" کے عنوان سے دو کر روز شائع ہوا۔ اور ہزاروں لوگوں نے اُسے پڑھا۔ سوامی رام تیرتھ کی خواہش کے مُطابق مذکورہ بالا اخبار کا ایک پرچہ ہندوستان میں اپنے دوست پنڈت رام دھن جو اُن دِنوں ریاست جموں وکشمیر کے محکمۂ مال کے اعلےٰ آفیسر تھے اور بعد میں گورنر بھی رہے کے پاس بھیجدیا گیا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے وہ اخبار پنڈت رام دھن کی وفات کے بعد گھروالوں کی لاپرواہی سے گُم ہو گیا۔ اور اہلِ ہندوستان اُن کے خیالات سے محروم رہ گئے۔

جناب مُصطفےٰ کمال پاشا جیسی باوقار مُسلم ہستی کا اسلامی دلیشوں یعنی مُمالک عرب میں ایک ہندو فقیر (سوامی رام تیرتھ) کا پُرجوش خیر مقدم کرنا اور پھر قاہرہ جیسے تواریخی شہر کی جامع مسجد میں اُنھیں ٹھہرانا اور وہیں پر سوامی رام تیرتھ کا ہزاروں مُسلمان بھائیوں کے درمیان ویدانت کی فلاسفی یعنی "ہم اوست" پر بزبان فارسی تقریر فرمانا اور اس تقریر کا نہ صرف مصر بلکہ تمام اسلامی ملکوں میں بزبان عربی اخباروں وغیرہ میں شائع ہونا ایک بہت بڑا اور اہم واقعہ ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی اعلیٰ رُوحانیت شخصیت پر نہ صرف اُن کے وطن ہندوستان (بھارت اور پاکستان) کے ہی مُسلمان فِدا تھے بلکہ ممالک غیر میں رہنے والے اہلِ اسلام بھی دل وجان سے فریفتہ تھے۔ یہ اس امر کا زندہ ثبوت ہے۔ ●

نواب محمدؐ عظیم خاںؒ

سوامی رام تیرتھ وسط ستمبر سنہ 1905ء میں فیض آباد سے لکھنؤ جاتے وقت پنڈت پرمیشور دیال (وکیل ہائیکورٹ) کے دعوت نامہ پر بارہ بنکی تشریف لائے۔ بارہ بنکی میں مقامی ناگیشور مندر کے وسیع میدان میں آپ کی آمد پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ہندو۔ اور مسلمان یکساں تعداد میں آپ کا لیکچر سننے کی خاطر جمع ہوئے۔ جناب نواب محمدؐ عظیم خاں (ڈپٹی کمشنر بارہ بنکی) صدر جلسہ تھے۔ سوامی رام تیرتھ نے شام کے چھ بجے "شانتی کے اُدپائے" یعنی "راحت حاصل کرنے کی ترکیب" کے عنوان سے ایک پُر اثر تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین جلسہ سکتہ کے عالم میں آ گئے۔ جلسہ کے خاتمہ پر جناب نواب محمدؐ عظیم خاں نے سوامی رام تیرتھ کی اعلیٰ شخصیت کے بارے میں بطور صدر مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا:۔

"جناب سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کا لیکچر ایک منٹ کم تین گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اس میں سوامی جی نے لوگوں کو ایسا مست کر دیا کہ وقت گذرتے معلوم نہیں ہوا۔ آپ کی تقریر اتنی پُر اثر ہے کہ جس کی تعریف کرنا میری زبان کی طاقت سے ناممکن ہے۔ میں نے اب تک اپنی عمر میں ایسے لائق تقریر داں کو نہیں دیکھا۔

آپ نے ہر مذہب کی خوبیوں کو بتایا ہے جس سے
ہر کوئی چاہے ہندو ہو، چاہے مسلمان ہو خوش ہے
آپ نے بغیر کسی لگاؤ کے ہر بات پر بحث کی۔ یعنی
لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔ آپ کئی زبانوں
کے عالم ہیں۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ اردو، سنسکرت
اچھی طرح جانتے ہیں۔ جن کا ذکر بھی دورانِ تقریر
ہُوا ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپ مزید اور بھی زبانیں
جانتے ہوں۔

آپ میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ آپ کی
اپنی شکل ان لفظوں کو بول اُٹھتی ہے جو عمل میں
لا رہے ہیں۔ آپ کسی شکریہ کے محتاج نہیں ہیں
کیونکہ آپ کا جسم سب کے بھلے کے لئے ہے
لہٰذا ہم سب خُدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ
آپ کی زندگی بہت دِنوں تک بنی رہے جس سے
مُلک کو فائدہ پہنچے۔"

مُنشی عُمر دراز خانؒ

سوامی رام تیرتھ کی رُوحانی شخصیت کے مداحوں میں مُنشی عُمر دراز خان کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔ مُنشی صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں (شمال مغربی سرحدی صوبہ۔ پاکستان) کے رہنے والے تھے اور فکرو فلسفہ خاص طور پر ویدانت (تصوّف) کے بڑے گرویدہ تھے۔

مُنشی عُمر دراز خان اور سوامی رام تیرتھ کی باہمی مُلاقات یا خطو کتابت کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے منشی صاحب نے صرف سوامی رام تیرتھ کے جاری کردہ ماہنامہ الفؔ میں شائع شُدہ اُن کے خیالات یا دیگر رسالوں اور اخباروں میں شائع شُدہ اُن کے مضامین وغیرہ کا بڑے غور سے مطالعہ کیا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ وہ سوامی رام تیرتھ پر دل وجان سے فدا ہُوئے تھے۔ مُنشی عُمر دراز خان کے بارے میں بھی کوشش کرنے کے باوجود کوئی مزید جانکاری حاصل نہیں ہوسکی۔ سوامی رام تیرتھ کی وفات (۱۹۰۶عیسوی) پر اُنھوں نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ایک خط جناب نارائن سوامی (سوامی رام تیرتھ کے سنیاسی شاگرد) کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ جس میں اُنھوں نے ایک ویدانتی کی حیثیت سے سوامی رام تیرتھ کے رحلت فرمانے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا :-

"رام کے واصل الحق ہونے سے جس قدر مجھ کو خوشی اور آنند محسُوس ہُوا ہے۔ شاید کسی اور کو ہُوا ہوگا۔ یہ الفاظ محض بخاطر

دِلجوئی لکھے جاتے ہیں۔ حقیقت میں بات کچھ اور ہے۔ یہ نکتہ قدرِ غور طلب ہے۔ اصل واقعہ تو یہ ہے کہ کوئی مقام افسوس اور مَلال کا نہیں۔ اہلِ دُنیا کو کامل شخص کے مرنے کا رنج و محن ہُوا کرتا ہے۔ مگر عارفوں کے نزدیک یہ خیال مثلِ خواب ہے۔ رام کبھی پیدائش ہی نہیں مانتا۔ ہاں اگر پیدا ہوا ہوتا تو مرتا بھی ضرور۔ جب پیدا نہیں ہُوا تو مَرا کیے۔ جب مرا نہیں تو افسوس بیجا ہے۔ میرا رام میکر ہردے (دِل) میں دِیا یک (موجود) ہے۔ خبردار! ایسے کامل کو مَرنے کا اِتہام لگانا اصولِ عرفاں کے خلاف ہے۔ اخبار میں یہ میرا کارڈ ضرور جگہ پاوے گا اور ناظرین کچھ افسوس نہ فرمادیں۔ میرا سوآمی مرا نہیں۔ ہمیشہ قائم بالذات ہے۔ جن کو میکر سوامی کی تعلیم اچھی طرح سے ہُوئی ہے۔ وہ اس بیجا افسوس کے شکار نہ بنیں۔ ؎

بعد از وفات تربتِ من در زمیں مجو

در سینہ ہائے مردمانِ در ناعزارِ است

یعنی مَرنے کے بعد میری قبر کو زمین میں مَت ڈھونڈھ۔ دانا لوگوں یعنی عارفوں کے دِلوں میں میری قبر ہے ؏ ●

شیخ محمد عبداللہ

سوامی رام تیرتھ کی وفات کی تئیس۲۳ سال بعد یعنی 1936ء میں اُن کے عالمگیر پیغام کو جو کسی ایک قوم۔ وقت۔ مذہب۔ یا ملک کے لئے محدود نہیں۔ بلکہ ہر دور اور ہر انسان کے لئے یکساں ہے کو فروغ دینے کے اعلیٰ مقصد سے عُرالی واکر میں پہلی مرتبہ ایک یادگاری جلسہ محترم ڈاکٹر ہیرا لعل چوپڑا ڈی۔ لٹ (حال کلکتہ) کی کوششوں سے منعقد کیا گیا۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر گوکل چند نارنگ (مرحوم) سر چھوٹو رام (مرحوم)۔ رائے بہادر لالہ رام سرن داس رئیس اعظم لاہور (مرحوم)۔ سوامی رام تیرتھ کے بڑے صاحبزادے گو سوامی مدن موہن مانگ انجنیئر (مرحوم) سوامی رام تیرتھ کے سنیاسی شاگرد سوامی گوبند آنند (مرحوم) اور سناتن دھرم کے کارکن اعلیٰ گوسوامی گنیش دت (مرحوم) وغیرہ وغیرہ ہستیوں نے بھی شمولیت فرمائی تھی۔

شیخ محمد عبداللہ (سابق وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر) جو سوامی رام تیرتھ کی اعلیٰ شخصیت کے گرویدہ تھے اور اُن دِنوں کشمیر کی جنگ آزادی کے ممتاز رہنما تھے نے مذکورہ بالا جلسہ کے صدر کے نام ایک خصوصی پیغام ارسال کیا جو حسب ذیل ہے ؎

"سوامی رام تیرتھ کی تعلیم اور تلقین کی ضرورت آج کی دُنیا سے بہتر کبھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آج نفرت اور کدُورت کا ہر طرف غلبہ چھایا ہوا ہے۔ لیکن اِنسانیت کو رفاقت اور برادرانہ

محبت کے ابدی رشتہ میں بندھ کر ہی کوچ کرنا ہوگا۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ کسی بھی مذہب یا مِلّت سے تعلق رکھتا ہو۔ زندگی کا اختتام یعنی انجام سب کے لئے یکساں ہے۔ سوامی رام تیرتھ جیسے دانشمند بزرگوں نے ہمیں باہمی جھگڑوں اور مخالفت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کا راستہ دِکھایا۔ اور اُنھوں نے خود بھی اِسی راستہ پر چل کر خُدا کو پایا۔ یعنی نجات حاصِل کی۔" ●

سوامی رام تیرتھ کی پیدائش کا پہلا صدسالہ جشن ۷۴-1973ء میں بھارت میں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر منایا گیا۔ اُسی دوران راقم الحروف نے سہارن پور میں رام تیرتھ کیندر قایم کیا۔ اور سوامی رام تیرتھ کی زندگی کے حالات کو اکٹھا کرنے اور بعد میں اُنھیں ایک کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا کام اپنے ذِمّہ لیا۔ اِسی عرصہ میں شیخ محمد عبداللہ سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری ہُوا۔ کیونکہ سوامی رام تیرتھ 1899ء میں کشمیر تشریف لے گئے تھے اور اُنھوں نے اس بارے میں "سیرِ کشمیر" کے عنوان سے ایک مضمون بھی بزبان اُردو قلمبند کیا تھا۔ راقم الحروف اُن تمام مقامات کو دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ جہاں جہاں کشمیر میں سوامی رام تیرتھ نے قیام فرمایا۔ اُن مقامات میں شری امرناتھ کا مقدس مقام بھی شامل ہے۔ شیخ محمد عبداللہ نے راقم الحروف کو کشمیر آنے کا دعوت نامہ بھیجا سرینگر کے مقامی رام باغ میں راقم الحروف کی آمد پر شیخ محمد عبداللہ کی زیرِ صدارت مورخہ ۱۸ اگست 1974ء کو کشمیر میں سوامی رام تیرتھ کی یاد میں ایک جلسہ مُنعقد کیا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ کو جب سوامی رام تیرتھ کی تصنیف "سیرِ کشمیر" کے بارے میں جانکاری دی گئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ اگر رام تیرتھ کیندر اسے ایک کتاب کی شکل میں شائع کرے تو اہلِ کشمیر پر بڑا احسان ہوگا۔ لیکن یہ کام شیخ صاحب کی حیات میں مکمل نہ ہو سکا۔ "سیرِ کشمیر" کی اشاعت عین اس موقعہ پر (ستمبر 1982ء)

عمل میں آئی۔ جب چند روز پیشتر ہی شیخ محمد عبداللہ اِس دُنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ لہذا رام تیرتھ کیندر نے "سیرِ کشمیر" کو شیرِ کشمیر یعنی مرحوم شیخ محمد عبداللہ کی یاد میں سمرپت (انتساب) کر دیا۔

شیخ محمد عبداللہ نے سوامی رام تیرتھ کی زندگی کے متعلق لکھی جانے والی یادگاری کتاب کے لئے راقم الحروف کو سوامی رام تیرتھ کے لئے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی نیک خواہشات ارسال کی تھیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

"مجھے یہ جان کر بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ سہارنپور میں سوامی رام تیرتھ کی زندگی اور تعلیم پر روشنی ڈالنے کی غرض سے ایک یادگاری کتاب شائع کرنے کے لئے ایک انجمن قائم کی گئی ہے۔ سوامی رام تیرتھ ایک بہت بڑے غیب دان اور باعمل انسان تھے۔ آتم گیان (اصلی حقیقت) کی کٹھن منزل کو حاصل کرنے کی جستجو میں اپنے ملک کے پسماندہ اور لاعلم عوام الناس کی مصیبتوں۔ ضرورتوں اور تکلیفوں کو ہرگز نہیں بھولے۔ موجودہ صدی کی دہلیز یعنی آغاز میں کھڑے ہوئے سوامی رام تیرتھ ایک ایسی عظیم الشان روشنی کے مینار ہیں جن کی شعاؤں کی چمک اُن کے ملک کی سرحدوں کو پار کر گئی۔ یعنی دُنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی اُن کی روشنی نے سب کو فیضیاب کیا۔

دراصل میں سوامی رام تیرتھ کی زندگی اور تعلیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی، آج کی تہذیب میں رہی کل انسانیت کو راحت اور نجات کا راستہ دکھانے والی ہے۔

یہ بات کاغذات میں درج ہے۔ کہ سوامی رام تیرتھ کو

کشمیر کی خوبصورت وادی سے گہری دِلچسپی تھی۔ اور
آج سے تقریباً تین چوتھائی صدی پیشتر وہ کشمیر
تشریف لائے اور اُنھوں نے بہت تھوڑے عرصہ
کے لئے یہاں قیام فرمایا تو یہاں کے مُقدس مقامات
کی زیارت کرنے سے اُن کی اندرُونی، رُوحانی ترقی کی
رفتار میں غضب کی تیزی آگئی تھی۔ مَیں اِس موقعہ پر
بہت عاجزی اور حلیمی کے ساتھ اِس دُنیا میں خداوندکریم
کی بھیجی ہوئی عظیم شخصیت یعنی سوامی رآم تیرتھ کیلئے
اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اِس عمدہ
تجویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والوں کو اپنی نیک خواہشات
بھیجتا ہوں۔"

میاں اللہ دِتہ لبسرا

سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش مُرالی والہ (گوجرانوالہ۔ پنجاب) پاکستان میں اُن کی وفات (۱۹۰۶ء) سے لیکر تقسیم ہندوستان یعنی ۱۹۴۷ء تک ہندو۔ مسلمان مل جُلکر سوامی رام تیرتھ کی یاد مناتے اور مُرالی والہ کی زیارت کرنے آنے والے حضرات کا خیر مقدم کرتے اور اُنھیں خوشی خوشی اپنے گھروں میں ٹھہراتے۔ مُلک آزاد ہونے کے بعد یعنی 15 اگست ۱۹۴۷ء کے بعد مُرالی والہ سے ہندو۔ ہجرت کر کے بھارت آ گئے اور وہاں پر صرف مسلمان بھائی ہی رہ گئے۔ مگر اہلِ مُرالی والہ کے دِلوں میں سوامی رام تیرتھ کے لئے احترام اور عزت آج بھی ویسے ہی برقرار ہے جیسے کبھی پہلے ہُوا کرتا تھا۔ آج بھی اہلِ مُرالی والہ کو اس بات پر فخر ہے کہ اُن کے گاؤں میں دُنیا کی ایک عظیم ہستی نے جنم لیا جس کی وجہ سے مُرالی والہ کا نام بھی تمام دُنیا میں روشن ہو گیا۔

راقم الحروف نے کتاب "رام بادشاہ" قلمبند کرنے کے سلسلے میں جب اہلِ مُرالی والہ سے رابطہ قائم کیا۔ تو میاں اللہ دِتہ لبسرا نامی ایک نیک اور ہمدرد انسان سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جناب لبسرا مُرالی والہ میں کُتب فروشی کا کاروبار کرتے ہیں اور سوامی رام تیرتھ کی روحانی شخصیت کے دلدادہ اور اُن کے کلام کے سچے عاشق ہیں اہلِ اسلام آج بھی سوامی رام تیرتھ کی پاک ہستی کے کتنے گرویدہ ہیں۔ اس کا اندازہ جناب لبسرا کے مندرجہ ذیل ایک خط سے بخوبی لگ سکتا ہے:-

مُرالی والہ

مورخہ 7 نومبر 1982ء

محترم جناب پربھاکر صاحب

آپ کا مورخہ 9 اکتوبر 1982ء کا محبت و عقیدت بھرا مُراسلہ مِلا۔ جس میں آپنے کچھ زیادہ ہی تعریف کر ڈالی۔ بندہ تو اس قابل نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ (پرماتما) ہی تعریف کے قابل ہے۔ شکریہ۔

یہ ساری برکت و تاثیر اس زمین۔ ہواؤں۔ فضاؤں میں رسی بسی ہے جس میں یُگ سنت شرِیمان جناب سوامی رام تیرتھ جی نے سانس لیا۔ پھر اُس مکتب میں جس مکتب میں یُگ سنت شریمان سوامی رام تیرتھ جی پڑھے۔ ہم نے اُس مکتب کی دہلیز کو کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جس دہلیز پر جناب سوامی جی کے پاؤں کے نقوش اب تک باقی ہیں۔ مکتب کا بوڑھا پیڑ (بیل کا درخت) آج تک جوان کھڑا ہے۔ جس کے نیچے سوامی رام تیرتھ جی بیٹھ کر سبق پڑھا کرتے تھے۔ سوامی جی کے پڑھے ہوئے الفاظ کو اب تک دہرا رہا ہے۔ ہم نے بھی اسی پیڑ کے نیچے بیٹھ کر کچھ پڑھا ہے۔ پھر اُن گلیوں کی برکت ہے جس میں سوامی رام تیرتھ جی نے رینگنا چلنا سیکھا۔ ہم نے بھی اِنھیں گلیوں میں چلنا پھرنا سیکھا۔ سوامی رام جی نے جس گاؤں میں توتلی زبان میں بولنا سیکھا اُسی گاؤں میں ہم بھی پل کر جوان ہوئے ہیں۔

"یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔"

جس مکان (جہاں سوامی رام تیرتھ جی پیدا ہوئے) کو امریکنوں نے دیکھا اور مسرت انبساط سے ایک ایک اینٹ کو بوسہ دیا۔ بھارت کے نواسیوں نے کئی بار۔ اور ہم نے لاتعداد بار دیکھا۔ جس سے متعلق جناب پنڈت ونشتہ پرشاد فِدا نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

پربھو درشن سے تمنا ہو جنھیں اب لوگانے کی
وہ سوامی رام تیرتھ کے جنم استھان پر پہنچے

مُرالی والہ کی رنگیں فِضا میں رام رہتا ہے
چلے آؤ چلے آؤ فِدا سے رام کہتا ہے

ہم بذاتِ خود کچھ نہیں ہیں۔ یہ احسان اللہ تعالےٰ (بھگوان) کا ہے۔
یا آپ جیسے نیک بزرگوں (بھگتوں) کی دُعاؤں (پرارتھناؤں) کا اثر ہے۔
آپ نے گیک سنت شریمان جناب سوامی رام تیرتھ جی سے متعلق لکھی جانے
والی کتاب سے متعلق اُن کے پیدائش کے ضلع کے نقشہ کی فرمائش کی تھی۔......
...... اُمید رکھتا ہوں کہ آپ اپنے کوائف سے مُتعارف کرائیں گے۔
رام تیرتھ کیندر کے تمام ممبران کو درجہ بدرجہ آداب عرض۔

آداب
خیریت کا طلبگار: بی ایم بسرا

"رام بادشاہ" کتاب وسط 1983ء میں چھپ کر تیار ہو گئی تھی جس کا اجراء مورخہ 27 اگست 1983ء کو عزت مآب محترمہ اِندرا گاندھی (اب مرحومہ) سابق وزیر اعظم بھارت کے دستِ مُبارک سے اُن کی رہائش گاہ ا۔اکبر روڈ نئی دہلی پر عمل میں آیا۔ اجراء کے بعد کتاب کی پہلی جلد بدست محترم راجندر لعل ملہوترہ (چیرمین شام بہار (انڈو پاک مُشاعرہ) ٹرسٹ انبالہ چھاونی۔ بھارت) مُرالی والہ یعنی سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش اور دوسری جلد عزت مآب جنرل ضیاء الحق صدر مملکت پاکستان کی خدمت میں اِسلام آباد۔ باادب ارسال کی گئی۔ میاں اللہ دتہ بسرا نے کتاب رام بادشاہ کو وصُول کرنے کے بعد راقم الحروف کی حسب خواہش اہلِ مُرالی والہ کو اِکٹھا کر کے سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش والے مکان کی دہلیز پر رکھا اور پھر اُس موقعہ کا ایک فوٹو و مندرجہ ذیل ایک خط راقم الحروف کو اِرسال کیا۔

مُرالی والہ

مورخہ ۹ فروری ۱۹۸۴ء

محترم جناب پربھاکر صاحب - آداب عرض -

آپ کے ارشاد کے مُطابق کتاب "رام بادشاہ" کو سوامی رام تیرتھ جی کے جائے پیدائش والے مکان کی دہلیز سے باادب رکھا چھُوایا تھا اس دن جمعہ المبارک (شکروار) وقت ۱۱ بجکر ۱ منٹ اور ۱ سیکنڈ تھا۔ تاریخ ۹ دسمبر ۱۹۸۳ء تھی۔ اس موقع پر لی گئی فوٹو اس خط میں ارسال خدمت ہے۔

آپ کی تصنیف کتاب "رام بادشاہ" کتنی عظیم تاریخی اہمیت کی حامل لازوال دستاویز ہے جسے سوامی جی کے مکان کی دہلیز سے لگنے کا شرف حاصل ہُوا۔ یہ وہ دہلیز ہے جس نے ہزاروں۔ لاکھوں۔ اربوں۔ پدموں۔ بلکہ شنکھوں بار جناب سوامی رام تیرتھ جی کے پاؤں کے تلوؤں کو چوُما۔ ننھے سوامی جی کے ننھے ننھے پاک جسم (پوتر) کو سیر ہو ہو کر بوسے دیئے۔ کتنی پاک مُبرک دہلیز ہے۔ کتنی شان ہے اس دہلیز کی کتنی شان ہوگی اُس درخت کی جس کی لکڑی اس دہلیز کے حصّہ میں آئی۔ کیسی شان ہے ان کواڑوں کی جسے سوامی جی کے ہاتھوں نے کتنی بار بند کیا اور کھولا۔ یہ شرف آپ کی کتاب "رام بادشاہ" کو مِلا۔ یہی وجہ ہے کہ سوامی جی پر لکھے جانے والی تمام کتابوں میں واحد آپ کی کتاب افضل ہے جسے سوامی جی نے قبوُل فرمایا۔ آپ کی ساری کی ساری تحریر سوامی جی کی چوکھٹ پر (فوٹو میں) ہدیۃً تحفتہً سلامی پیش کر رہی ہے۔ آپ کو مُبارک ہو۔ زیادہ آداب۔

خیر اندیش

ایم۔ البشرا

سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش یعنی مُرالی والہ (پاکستان) سے وصُول شُدہ مذکورہ بالا خطوُط اس اَمر کی شہادت کا زندہ ثبوت ہیں کہ سوامی رام تیرتھ کی پیدائش کے سَو سال بعد بھی اہلِ اسلام کے دِلوں میں اُن کے لئے کسقدر عقیدت اور احترام موجود ہے۔

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال

سوامی رام تیرتھ نے اکبر دلی کے عنوان سے ایک مضمون قلمبند کیا تھا جس میں شہنشاہ اکبر کے جاری کردہ فرمان۔ صُلح کُل کا ذکر موجود ہے سوامی رام تیرتھ کے خیال میں۔ صلح کُل۔ عالمگیر محبت کا ایک ہم معنی نام ہے جسے وہ ویدانت کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ صُلح کُل کے چار سو سال پورے ہونے پر رام تیرتھ کیندر کی جانب سے راقم الحروف نے ایک یادگاری جلسہ بصدارت جناب راجندر لعل ملہوترہ۔ چیرمین شامِ بہار (انڈو پاک مشاعرہ) ٹرسٹ انبالہ چھاونی) مورخہ ۹ جون ۱۹۸۱ء کو رام تیرتھ ہال سہارنپور میں منعقد کیا۔ جناب حسن یوسف (سیکریٹری سفارت خانہ پاکستان۔ نئی دلی) جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ اور جناب جی۔ ڈی۔ تپاسے (گورنر ہریانہ) نے اس کا افتتاح کیا تھا۔ اس موقعہ پر جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال موجودہ چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ لاہور۔ پاکستان) جو سوامی رام تیرتھ کے ہمسفر و دوست حضرت علامہ اقبال کے فرزند ہیں۔ نے ایک پیغام لاہور سے ارسال کیا۔ جس میں سوامی رام تیرتھ کی تعلیم کی آج کے زمانہ میں نہ صرف بھارت اور پاکستان کے باشندوں کو ہی بلکہ اہلِ دُنیا کو کسقدر ضرورت ہے کے متعلق روشنی ڈالی جو حسب ذیل ہے:-

ہائی کورٹ

لاہور

مورخہ ۶ جون ۱۹۸۱ء

محترمی و کرمی جناب کیدار ناتھ پربھاکر صاحب سلام و دُعا!

آپ کا خط اور رام تیرتھ کیندر کے زیرِ بندوبست "صُلح کُل" کے جلسہ میں شرکت کا دعوت نامہ وصُول ہوا۔ جِن کے لئے مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ میرے لئے جلسہ میں شریک ہو سکنا تو ممکن نہیں۔ لیکن خدا سے دُعا ہے کہ سوامی رام تیرتھ کے رُوحانی تصرّف کے طفیل آپ کا جلسہ کامیاب ہو اور بھارت کی سرزمین اور دُنیا بھر میں ہر کوئی صُلح و آتشی سے اپنی زندگی بسر کرے۔

ہم لوگ جس زمانہ میں رہ رہے ہیں اُس میں ہر طرف تشدّد ہی تشدّد دِکھائی دیتا ہے۔ مادہ پرستی کی دوڑ میں ایکدوسرے پر سے اعتبار بالکل اُٹھ گیا ہے رُوحانیت کے اعتبار سے یہ زمانہ بڑا ہی تہی دست ہے۔ اِسلئے مروّت۔ اخلاص۔ محبت اور رواداری کا نام و نشان مِٹتا جا رہا ہے۔ آدمی، آدمی کے خُون کا پیاسا اور قوم، قوم کی دشمن ہے۔ یہ زمانہ انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی سدا نہیں رہ سکتی۔ روشنی ضرور آئے گی۔ کیا عجب کہ خُدا کے فضل اور سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستیوں کے رُوحانی تصرّف کے ذریعہ بنی نوعِ انسان ایک بار پھر ایک دُوسرا اور تمام عالم کے لئے رحمت بن جائے۔

جب کبھی مجھے موقعہ مِلا۔ مَیں رام تیرتھ ہال پہونچوں گا۔ اور اگر آپ لوگ لاہور تشریف لاویں تو مجھے آپ سے مِلکر بڑی خوشی ہوگی۔

خیر اندیش:-

جاوید اقبال

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے راقم الحروف کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال کی ایک شاندار تصویر (اپنے دستخط کرکے) اور کُلیاتِ اقبال (فارسی و اردو) کی دو جلدیں رام تیرتھ کیندر کو لاہور سے بذریعہ ڈاک ارسال کرنے کی زحمت اُٹھائی۔ راقم الحروف نے جب کتابوں کا پارسل موصُول ہونے کی ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اطلاع بھیجی تو آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا:-

ہائی کورٹ
لاہور
26 جولائی 1984ء

محترمی و مکرمی جناب کیدار ناتھ پربھاکر صاحب
سلام مسنون۔

آپ کا خط مورخہ ۱۹ جولائی 1984ء موصول ہو گیا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کو میری ارسال کردہ "کلیاتِ اقبال" کی دونوں جلدیں موصول ہو گئی ہیں۔ اور آپ نے انھیں رام تیرتھ کیندر کے لئے میری طرف سے حضرت علامہ اقبال اور سوامی رام تیرتھ کی دوستی اور محبت یاد کو برقرار رکھتے ہوئے بطور نذرانہ قبول کیا ہے۔

آپ اگر لاہور تشریف لائیں تو آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوگی خدا سے دعا ہے کہ آپ کو خوش رکھے اور زندگی میں ہر قدم پر آپ کا حامی اور ناصر ہو۔ والسّلام

خیر اندیش:-

جاوید اقبال

سوامی رام تیرتھ کی کُل تحریروں و تقریروں کو جس میں اُن کی شاعری و خطوط بھی شامل ہیں کو "کلامِ رام" کے عنوان سے بزبان اردو و ہندی شائع کرنے کے لئے راقم الحروف نے جب 1984ء میں ایک انجمن قائم کی تو اُس کی سرپرستی کے لئے جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی خدمت میں رام تیرتھ کیندر کی جانب سے ایک خط ارسال کیا تھا جس کے جواب میں اُنھوں نے تحریر فرمایا:-

ہائی کورٹ۔ لاہور
14 اکتوبر 1984ء

محترمی و مکرمی جناب کیدار ناتھ پربھاکر صاحب۔ سلام مسنون۔

آپ کا خط مورخہ 27 ستمبر 1984ء موصول ہوگیا۔ بہت بہت شکریہ۔
آپ سوامی رام تیرتھ کے کلام کو اُردو اور ہندی میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں
آپ نے اپنے خط میں تحریر کیا ہے کہ آپ کلامِ رام اشاعت انجمن کے سرپرستوں میں
میرا نام بھی درج کرنا چاہتے ہیں۔ میرے لئے اِس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے
سوامی رام تیرتھ علامہ اقبال کے بہت عزیز دوستوں میں سے تھے۔ اِس لئے مَیں
آپ کی دِلی خواہش کو مَیں نہیں ٹھکرا سکتا۔ مَیں اپنے آپ کو سوامی رام تیرتھ و
علامہ اقبال جیسی برگزیدہ ہستیوں کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔
پس اگر آپ کلامِ رام اشاعت انجمن کے سرپرستوں میں میرا نام درج کرنا چاہتے
ہیں تو بڑی خوشی سے درج کر لیجئے گا۔ اگر آپ ماہِ نومبر میں تشریف لائیں تو مجھے
آپ سے مل کر بیحد خوشی حاصل ہوگی۔

میری طرف سے آر۔ ایل۔ ملہوترہ صاحب کی خدمت میں آداب کہیئے گا۔

والسّلام۔ •

خیر اندیش:-

جاوید اقبال

مذکورہ بالا خطوط اِس امر کی تائید کرتے ہیں کہ جہاں حضرت علامہ اقبال
جیسی اہلِ اسلام کی ممتاز ترین ہستی سوامی رام تیرتھ کی عظیم روحانی شخصیت
پر دِل و جاں سے گرویدہ تھی وہاں اُن کے فرزند جناب جسٹس جاوید اقبال
جیسی اہلِ اسلام کی قابلِ فخر ہستی بھی سوامی رام تیرتھ کی تعلیم پر کسقدر فِدا ہے
ایسی مثال بہت ہی کم ملے گی؛ •

قاضی محمد بشیر

سوامی رام تیرتھ گوجرانوالہ شہر (پاکستان) میں ایک عرصہ تک رہے جہاں سے اُنھوں نے اینٹرینس (دسویں) کا امتحان پاس کیا۔ اس کے علاوہ اُن کے رُوحانی مرشد (گورو) بھگت دھنّا رام ٹھٹھیار بھی اسی شہر میں رہتے تھے جن کے دیدار کرنے کے لئے بھی اُنھیں کئی بار یہاں آنا پڑا۔ سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش یعنی مُرالی والہ بھی گوجرانوالہ شہر سے بہت ہی قریب ہے یعنی سات میل دُور ہے۔ تقسیم ہندوستان سے پیشتر گوجرانوالہ کے تمام باشندے چاہے وہ مُسلمان تھے اور چاہے ہندو۔ سوامی رام تیرتھ جیسی بلند پایہ ہستی کے لئے اُن کے دِلوں میں بہت قدر تھی۔ راقم الحروف جس کی جائے پیدائش بھی اسی گوجرانوالہ شہر میں ہوئی کے مرحوم والد جناب پنڈت گوری ناتھ راج جیوتشی سوامی رام تیرتھ کے ہم زمانہ تھے اور تمام شہر میں اُن کا بلا مذہب و ملّت بہت رسُوخ تھا۔

قاضی محمد بشیر راقم الحروف کے والد صاحب کو اپنا مُرشد مانتے ہیں اور ہمیں یعنی راقم الحروف اور راقم الحروف کے بڑے بھائی جناب وشوا ناتھ پربھاکر کو اپنا حقیقی بھائی سمجھتے ہیں قاضی محمد بشیر گوجرانوالہ میں چشمہ فروشی کا دھندہ کرتے ہیں اور شہر کے قاضی ہونے کے ناطے اہلِ اسلام میں بڑی عزت کی نِگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ قاضی محمد بشیر راقم الحروف کا ایک خاص پیغام لیکر صرف اس غرض سے گذشتہ دِنوں مُرالی والہ تشریف لے گئے۔ وہاں جاکر اُنھوں نے سوامی رام تیرتھ کی جائے پیدائش والے مکان کو بھی دیکھا مُرالی والہ سے گوجرانوالہ واپس آکر اُنھوں نے مندرجہ ذیل خط راقم الحروف لکھ کر ارسال کیا جو قابلِ ذکر ہے۔

گوجرانوالہ

مورخہ 22 جون 1985ء

میرے پیارے بھائی بابو وشوا ناتھ۔ کیدار ناتھ جی۔

خیر مبارک کے بعد نمستے قبول کریں۔ آپ کی ارسال کردہ چٹھی مورخہ 20/6/85 بروز جمعرات۔ عید کے دن ہم کو ملی۔ پڑھ کر حال معلوم ہوا۔ 21/6/85 بروز جمعہ کو میں مُرالی والہ میں جناب اللہ دتہ لبسرا کے پاس چلا گیا اور آپ کا پیغام اُن کو پہنچا دیا۔ اُن کو ساتھ لے کر میں جناب سوامی رام تیرتھ صاحب کے مکان کے اندر جاکر زیارت (درشن) کی اور آپ کے نلکے کا پانی پیا۔ دل کو سکون ہوا۔ مکان دیکھنے کے قابل ہے۔ کچا مکان وہی دروازے وہی کھڑکیاں۔ اُس میں کوئی ردّو بدل نہیں ہُوا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس مکان کے اندر جو مہاجر ہیں وہ غریب اور بے اولاد ہیں۔ بوڑھی عورتیں ہیں۔ اگر اُس مکان کو کوئی سرمایہ دار الاٹ کرا لیتا تو اس کو گرا کر نیا مکان بنوا لیتا۔ اور پُرانی عمارت ختم ہوجاتی۔ مگر آپ کو اور ہم کو ماننا پڑے گا کوئی غیبی طاقت ہے جو اُس مکان کی حفاظت کر رہی ہے۔ یعنی اُس مکان کی نگرانی کر رہی ہے۔ میں اُس کو دیکھ کر اتنا رویا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کہ اُس کچے مکان میں دُنیا کا بادشاہ پیدا ہُوا۔ اور غریب خاندان میں۔ میں قربان جاؤں اُس خدا کے جس نے اپنے آدمی برگزیدہ بزرگ کچے مکانوں یا جھونپڑوں میں پیدا کیئے۔ کسی بادشاہ کے گھر یا سرمایہ دار کے گھر اپنے آدمی نہیں بھیجے۔ جناب بابا گورو نانک صاحب غریب باپ کے بیٹے تھے۔ یا پھر حضور پاک کی طرف دیکھئے۔ جناب والا یہ گورکھ دھندا قدرت ہی جانتی ہے ہم اندھے ہیں ہم کو کوئی شعور نہیں یہ سب کچھ خدا ہی جانتا ہے ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم تو اُسکے بندوں کے پاؤں کی خاک جیسے بھی نہیں ہیں۔ میں جناب سوامی رام تیرتھ صاحب کی خدمت میں لاکھوں کروڑوں مرتبہ سلام پیش کرتا ہوں۔

آپ کا بھائی:۔
قاضی محمد بشیر

پروفیسر محمدؐ سلیمان

پروفیسر محمد سلیمان مہاتما گاندھی کے ہمعصر ڈاکٹر کنہیا لعل مِصر پربھاکر ڈی۔ لٹ کی سرپرستی میں قایم شیخ الہند مولانا محمود الحسن ریسیرچ انسٹی ٹیوٹ (سہارنپور) کے ڈائرکٹر ہیں جس کے ماتحت آپ ہندوستان کی جنگِ آزادی میں نمایاں حصّہ لینے والے مُسلم انقلابیوں کے متعلق گذشتہ کئی سالوں سے کھوج کر رہے ہیں اِس سلسلے میں آپ "شاہ ولی اللہ سے مولانا حسین احمد مدنی تک" کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھ رہے ہیں جو بہت بڑی تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔ آجکل آپ دارالعلوم دیوبند کے علماء کرام کے ساتھ قرآن پاک کا ہندی زبان میں ترجمہ اور تفسیر کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ سوامی رام تیرتھ کی عملی زندگی اور اُن کی عالی رُوحانی شخصیت و اُن کی تعلیم یعنی خدمتِ خلق پر دِل و جان سے فدا ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ رام تیرتھ کیندر سہارنپور کے سرگرم ممبر ہیں اور رام تیرتھ ہال میں منعقد ہونے والی تمام تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں اور بڑی آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

سہارنپور سے نصف صدی پیشتر شائع ہونے والے انقلابی اخبار "وِکاس" جس کے آپ ایڈیٹر بھی ہیں، میں و دیگر کئی ایک رسالوں و اخباروں میں سوامی رام تیرتھ کی تعلیم و عملی زندگی کے متعلق آپ کے لکھے ہوئے کئی ایک مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ سوامی رام تیرتھ جیسی برگزیدہ ہستی کے متعلق آپ کی ایک الگ قسم کی رائے ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

"سوامی رام تیرتھ ایک موحد اور فنافی اللہ شخصیت تھی۔ اُنھوں نے اپنے فکر و عمل کو صرف تبلیغ اور پرچار تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی زندگی جی کر دوسروں کیلئے ایک نمونہ پیش کیا۔

انسانی زندگی کو آپ نے جمادات یعنی شکم پرست (پیٹ پالو) نباتات یعنی خویش پرست (کُنبہ پرور) حیوانات یعنی قوم پرست (قوم پرور یا خادم قوم) اور انسان یعنی وطن پرست (مُربّیِ مُلک یا دیش بھگت) اور زندہ جاوید یعنی خادم خلق (جہاں دوست) وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کے دائروں سے گھری ہوئی قرار دیا۔ آپنے خدمتِ خلق کو ہی انسانی زندگی کا سب سے آخری اور عظیم مقصد ٹھہرایا جو خادم قوم اور مُربّیِ مُلک سے بھی بہت آگے ہے۔ آپ نے اسی زندگی کو زندہ جاوید کا نام دیا اور یہیں پہنچکر کوئی بھی شخص اپنے آپ کو کامل یا مکمل کہلانے کا صحیح معنوں میں حقدار ہوتا ہے سوامی رام تیرتھ بذاتِ خود اس کی زندہ مثال ہیں۔"

نفرت کے سیلاب میں ڈوبی آج کی انسانیت کو سوامی رام تیرتھ کی عالمگیر محبت کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے۔ اُن کے لٹریچر یعنی کلام کا دُنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُن کے فکر و عمل سے فیضیاب ہو سکیں۔

نظم

از قلم ڈاکٹر سر محمد اقبال بیرسٹرایٹ لار و ممبر لیجسلیٹو کونسل ۔ پنجاب

حضرت علامہ اقبال نے یہ نظم پرم ہنس رام تیرتھ سوسائیٹی لاہور کے پریذیڈنٹ گوسوامی گنیش دت کو ایک خط کے جواب میں تحریر کی تھی جسے سوسائیٹی کی جانب سے سوامی رام تیرتھ کی یاد میں جاری کردہ رسالہ ماہنامہ "برہم درشن" جس کے مدیر پنڈت نرمل چندر تھے ۔ کے جنوری ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں (صفحہ ۵۰) شائع کیا گیا ۔

پربھاکر

اے کہ گفتی از خدا چیزے بگو	۱	تا خودی بینم خدا از من مجو
باش تا اکسیر سازم خاک را	۲	در خودی بینم خدائے پاک را
ایں جہانِ رنگ و بو اندر خودی ست	۳	ما ز خود بیرون و او اندر خودی ست
اے ز خود بیگانہ باز آ سوئے خویش	۴	تا بہ بینی بحرِ او در جوئے خویش
بحرِ او از ما و جوئے ما از وست	۵	من ندانم ایں چہ شور ہا و ہو ست

تشریح

تم نے جو کہا ہے ۔ کہ خدا کی بابت کچھ کہو ۔ ابھی تو میں اپنے آپ میں جسمانیت دیکھ رہا ہوں ۔ خدا کی بابت کیا کہوں ۔ ذرا ٹھہر جاؤ ۔ تاکہ پہلے اِس جسمانیت اور نفسانیت کی مٹی کو اکسیر بنالوں ۔ پھر جو میری خودی باقی رہ جائے گی ۔ اُسی میں خدائے پاک کا دیدار ہونے لگے گا ۔ اِس تمام کثرت داسمائے واشکال ۔ رنگ و بُو کی ہستی جسمانیت اور نفسانیت کے محدودیت سے پرے والی خودی ہی کی ہستی ہے ۔ جسمانیت اور نفسانیت کے مٹنے پر ہی وہ ذاتِ بقا یعنی خود خُدا ہی خُدا ئی رہ جاتی ہے ۔ اے بھائی یہ تیری اصل خودی ہی خدائے پاک ہے ۔ اسے کیوں بھُول گیا ۔ اِسی ہی کی طرف پھر آ ۔ اسی استغرق میں غوطہ لگانے سے تجھے دریا اور سمندر کے پانی میں وحدت کا اشراق ہو جائے گا ۔ سمندر اور دریا کے ذاتِ آب میں کیا فرق ہے ۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ۔ یہ اور ہے وہ اور ہے کا شور کیوں مچا رکھا ہے ۔

تُم اور نہیں ہم اور نہیں

از قلم زندہ جاوید سوامی رام تیرتھ

جناب سوامی رام تیرتھ نے مندرجہ بالا نظم اگست ۱۸۹۹ء میں کشمیر کی دلکش وادی میں کسی ایسے مقام پر بیٹھ کر لکھی تھی جس کے بارے میں انہوں نے خود "سیرِ کشمیر*" کے عنوان سے قلم بند کئے گئے اپنے ایک مضمون کے نظارۂ دوم کے شروع میں فرمایا ہے ؎

"شراب کے پیالہ (بادیہ) کی صورت میں پہاڑوں کی ہیئت۔ عین وسط میں آبِ زُلال پانی نہایت شیریں ذائقہ امرت کا چشمہ ؛ درخت نہایت بلند۔ گھنی کے سایہ والے۔ بیلیں قدرتی ہنڈولوں کی بہار دے رہی ہیں۔ مزیدار جھُولے لٹک رہے ہیں رام جھُولتا ہے اور گاتا ہے ؛"

دریا سے حُباب کی ہے یہ صدا۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
مجھ کو نہ سمجھ اپنے سے جُدا۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
جب غُنچہ چمن میں صبح کو کِھلا۔ تب کان میں گُل کے یہ کہنے لگا
ہاں آج یہ عُقدہ ہے ہم پہ کُھلا۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
آئینہ مُقابل رُخ جو رکھا۔ جھٹ بول اُٹھا یُوں عکس اُسکا
کیوں دیکھ کے حیراں یار ہُوا۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
ناسُوت میں آکے یہی دیکھا۔ ہے میری ہی ذات سے نشو و نما
جیسے پنبہ کا تار سے ہو رشتہ۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
تُو کیوں سمجھا مجھے غیر بتا۔ اپنا رُخ زیبا نہ ہم سے چھُپا
چک پردہ اُٹھا ٹک سامنے آ۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں
دانے نے بھلا خرمن سے کہا۔ چُپ رہ۔ اس جا نہیں چُون وچرا
وحدت کی جھلک کثرت میں دِکھا۔ تُم اور نہیں ہم اور نہیں

---

* "سیرِ کشمیر" کو بزبان اُردو ایک کتابچہ کی شکل میں حسبِ خواہش جنابِ شیخ محمد عبداللہ (مرحوم) سابق وزیرِ اعلےٰ جموں و کشمیر ۱۹۸۲ء میں رام تیرتھ کیندر سہارنپور شائع کر چکا ہے۔